An Najihun
INSTITUTE

الأُرجُوزَةُ المِيئِيَّةُ

فِي ذِكْرِ حَالِ أَشْرَفِ البَرِيَّةِ

ابنِ أبي العزّ الحنفي

شارح : شیخ عبد العزیز ناصر حفظه الله

تلخیص و تحریر : امان الله افغانی

فہرستِ مضامین

- ولادت باسعادت 12
- رضاعت 13
- شق صدر کا پہلا واقعہ 14
- رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی وفات 15
- دادا (عبد المطلب) کی وفات 16
- چچا ابو طالب کی کفالت 16
- شام کا پہلا سفر (بحیرا راہب) 17
- شام کا دوسرا سفر (سامانِ خدیجہؓ) 17
- ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ سے نکاح 18
- اولاد النبی ﷺ 19
- کعبہ کی تعمیر میں شرکت 20
- آغازِ وحی اور ابتدائے رسالت 21
- عبادت کا آغاز وضو اور دو رکعت نماز کے ساتھ 23
- شیاطین جنوں پہ شہاب ثاقب کا گرنا 24

مراحلِ دعوت و تبلیغ

- خفیہ دعوت 25
- اعلانیہ دعوتِ عام 26

- ہجرت حبشہ 27
- پہلی ہجرتِ حبشہ (12 مرد، 4 عورتیں) 27
- دوسری ہجرت حبشہ (83 مرد، 18 عورتیں) 29
- سیدنا حمزہؓ کا قبول اسلام 29
- غم ہی غم 31
- چچا ابو طالب کی وفات 31
- ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کی وفات 31
- نصیبین کے جنوں کا واقعہ 32
- ام المؤمنین سیدہ سودہؓ سے نکاح 33
- ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ صدیقہ سے نکاح 33
- اسراء و معراج اور نماز کی فرضیت 34
- پہلی بیعت عقبہ 35
- دوسری بیعت عقبہ 37

ہجرت طیبہ

- ہجرت کی اجازت 39
- مدینہ میں رسول مکرم ﷺ کی آمد 39

پہلی ہجری کے واقعات

- حضر نمازوں کی تکمیل 42
- قباء میں تشریف آوری 42

❁ مسجد نبوی کی طرف 44
❁ مسجد نبوی کی تعمیر 44
❁ ازواج مطہراتؓ کے ہجرے 45
❁ مہاجرین حبشہ کی واپسی 46
❁ صحابہؓ میں بھائی چارہ 46
❁ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی رخصتی 47
❁ اذان کی مشروعیت 47
❁ غزوہ ابواء 48

دوسری ہجری کے واقعات

❁ غزوہ بواط / اوطاس 50
❁ غزوہ بدر الاولیٰ الصغریٰ 50
❁ تحویلِ قبلہ 50
❁ غزوہ ذی العشیرہ 51
❁ روزوں کی فرضیت 51
❁ غزوۃ البدر الکبریٰ 53
❁ زکاۃ الفطر کی فرضیت 56
❁ بنتِ رسول ﷺ سیدہ رقیہؓ کی وفات 56
❁ سیدہ فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کا نکاح 57
❁ نبی کے چچا سیدنا عباسؓ بن عبد المطلب کا اسلام 57

❁ غزوة بني قينقاع 58
❁ قربانی کی مشروعیت 59
❁ غزوہ سویق 60
❁ غزوہ قرقراء 60

تیسری ہجری کے واقعات

❁ غزوہ غطفان 61
❁ غزوہ بنو سلیم 61
❁ سیدہ ام کلثومؓ کا سیدنا عثمانؓ بن عفان سے نکاح 62
❁ ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ سے نکاح 62
❁ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح 63
❁ غزوہ احد 63
❁ غزوہ حمراء الاسد 66
❁ شراب کی حرمت 67
❁ سبطِ رسول سیدنا حسن بن علیؓ کی ولادت 67

چوتھی ہجری کے واقعات

❁ غزوہ بنی نضیر 69
❁ ام المؤمنین سیدہ زینبؓ بنت خزیمہ کی وفات 70
❁ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ سے نکاح 70
❁ ام المؤمنین سیدہ زینبؓ بنت جحش سے نکاح 71

❁ غزوہ بدر الموعد 71
❁ غزوہ احزاب 71
❁ غزوہ بنو قریظہ 74
❁ غزوہ ذات الرقاع 75
❁ صلاۃ الخوف 76
❁ صلاۃ القصر 77
❁ آیات الحجاب 77
❁ تیمم کا حکم 78
❁ دو یہودیوں کو رجم کرنا 79
❁ سبطِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سیدنا حسینؓ کی ولادت 80

پانچویں ہجری کے واقعات

❁ غزوہ بنی المصطلق 81
❁ واقعہ افک 82
❁ غزوہ دومۃ الجندل 83
❁ ام المؤمنین سیدہ جویریہؓ سے نکاح 84
❁ ریحانہؓ سے عقد نکاح 84

چھٹی ہجری کے واقعات

❁ بنو لحیان رجیع کا واقعہ 85
❁ استسقاء کا واقعہ 86

❃ غزوہ ذو قرد 86
❃ عمرے سے روکے جانے کا واقعہ 87
❃ بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ 88
❃ ریحانہ سے تعلق 89
❃ حج کی فرضیت 89

ساتویں ہجری کے واقعات

❃ فتح خیبر 90
❃ گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہوا 92
❃ نکاح متعہ کو حرام کیا گیا 92
❃ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ سے نکاح 93
❃ آپ ﷺ کو زہر دینے کا واقعہ 94
❃ ام المؤمنین سیدہ صفیہؓ سے نکاح 94
❃ حبشہ کے مہاجرین کی واپسی 95
❃ ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ سے نکاح 95
❃ امت کے محدث سیدنا ابو ہریرہؓ کا اسلام 96
❃ صلح حدیبیہ والے عمرے کی قضاء 97
❃ ملوک کے پاس قاصدوں کا بھیجا جانا 98
❃ سیدہ ماریہؓ قبطیہ رضی اللہ عنہا 99

آٹھویں ہجری کے واقعات

- سریہ موتہ 100
- فتح مکہ 101
- غزوہ حنین 103
- غزوہ طائف 105
- جعرانہ سے عمرہ 106
- آپ ﷺ کی بیٹی زینبؓ کی وفات 106
- آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی پیدائش 107
- ام المؤمنین سیدہ سودہؓ کا ازدواجی حقوق سے دستبرداری 107
- آپ ﷺ کے لیے منبر کا بنایا جانا 108
- والی مکہ سیدنا عتّاب بن اسیدؓ کا حج 108

نویں ہجری کے واقعات

- غزوہ تبوک 109
- مسجدِ ضرار کو گرایا گیا 111
- سیدنا ابو بکرؓ کو امیر حج مقرر کیا گیا 112
- عام الوفود 113
- واقعہ ایلاء 115
- نجاشی کی وفات اور جنازہ 116

دسویں اور آخری ہجری کے واقعات

❁ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی وفات 117

❁ سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلیؓ کا قبولِ اسلام 118

❁ حجۃ الوداع 119

❁ ریحانہ کی وفات 120

❁ وفات النبي ﷺ 121

نوٹ: استاذِ محترم نے اس تحریری شرح کی مراجعت نہیں کی۔

مقدمہ

بسم الله، الحمد لله والصلاة والسلام على نبينا محمد وآله وصحبه اجمعين۔

نبی اکرم ﷺ سے محبت بندۂ مومن کے ایمان کا لازمی جزو ہے، اور کسی بھی شخصیت سے محبت کا منبع اس شخصیت کا تعارف ہے۔ علاوہ ازیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زندگی کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے سیرتِ نبوی ﷺ ہمارے دین میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔

سیرتِ نبوی پر مشتمل ایک نظم الأرجوزة الميئية ہے۔ اس منظومہ کو لکھنے والے قاضی علی ابن ابي العز الحنفي (المتوفی ۷۹۲ھ) رحمہ اللہ ہیں۔ آپؒ بلاشبہ اہل سنت کے جید علماء میں سے تھے، آپ کی کتب آپ کے دور سے آج تک پڑھی جارہی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے تعارف میں یہی کہنا کافی ہے کہ آپ **"شارحِ عقیدہ طحاویہ"** کے طور پر مشہور ہیں۔ امام ابن ابی العزؒ نے علماء کے طریقہ کار کے مطابق علمِ سیرت کے چیدہ چیدہ مضامین کو نظم کی شکل دی ہے، تاکہ طالب علم اس نظم کو یاد کر سکے۔ اور بلاشبہ صدیوں سے علماء اس منظومہ کو حفظ کرتے آرہے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی طالب علم یہ یاد کرے تو یقیناً اس کے لئے انتہائی نفع مند ہوگا۔

کچھ عرصہ قبل الناجحون انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام محترم شیخ عبد العزیز ناصر حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے اس منظومہ کی تدریس اور شرح کی تھی۔ راقم کو نہ صرف یہ منظومہ ان سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، بلکہ اللہ کی توفیق سے اس شرح کو کتابی شکل دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بعد ازاں کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بندہ ناچیز نے بعض اضافہ جات بھی کئے ہیں، لیکن کتاب کا بنیادی ماخذ ومصدر شیخ حفظہ اللہ کی شرح ہی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے، اس کو عوام الناس وطلباء علم کے لئے نفع کا باعث بنادے۔ اس کتاب کو ہماری، ہمارے مشائخ اور والدین کی مغفرت کا سبب بنادے۔

کتبه

امان اللہ الافغانی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه وبعد:

قال الناظم رحمه الله:

اَلْحَمْدُ للهِ الْقَدِيمِ الْبَارِي ثُمَّ صَلاَتُهُ عَلَى الْمُخْتَارِ
وَبَعْدُ هَاكَ سِيرَةَ الرَّسُولِ مَنْظُومَةً مُوجَزَةَ الْفُصُولِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو ازل سے ہے، اور خالق ہے
اور درود ہو اس کے چنیدہ (نبی ﷺ) پر
اس کے بعد یہ رسول ﷺ کی سیرت پیش خدمت ہے
جو نظم کی صورت میں ہے اور مختصر اور جامع فصول پر مشتمل ہے

ناظم رحمہ اللہ نے کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کیا ہے۔﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ یہ ایسا مبارک لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا آغاز بھی اس سے ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ ہر خطبہ کی ابتداء اس سے کرتے تھے۔ حمد سے مراد کسی کی صفات بیان کرنا اس کی محبت اور عظمت میں۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کے ان افعال کی ثنا ہے جو فضل و عدل کے درمیان دائر ہیں۔لہذا ہر پہلو سے کامل حمد کا مستحق وہی ہے ۔ تمام تعریفیں اس کے لئے خاص ہیں کیوں کہ تعریف کا اصل مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔کسی میں کوئی بھی خوبی، حسن یا کمال ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے اس لئے بھی حمد (تعریف)کا مستحق بھی وہی ہے۔

اس کے بعد ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا: "القديم الباري" یہاں "القدیم "اللہ کے اسماء حسنی میں سے نہیں ہے۔اگر چہ علماء کے ہاں کثرت سے استعمال ہوتا رہاہے۔اسے من باب الإخبار(بطور خبر)ذکر کیا جاسکتاہے۔اللہ کا اسم "الأول" اس سے بے نیاز کر دیتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ [الحديد:3]

(وہی اول ہے، اور آخر ہے، اور ظاہر ہے، اور باطن ہے)

"الباری" سے مراد خالق اور پیدا کرنے والا۔

اس کے بعد ناظم نے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا ہے جس سے مراد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی ثنا و تعریف کرتا ہے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کی بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں۔

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ اللہ کا اپنے بندے پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے اس کی ثنا و صفت کا بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپ ﷺ کے لیے دعا کرنا ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی برکت کی دعا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۹۷)۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ ایک نظم ہے جس میں سیرتِ رسول جامع الفاظ میں ترتیب وار واقعات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

مَوْلِدُهُ فِي عَاشِرِ الْفَضِيلِ رَبِيعِ الأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ
لَكِنَّمَا الْمَشْهُورُ ثَانِي عَشْرِهِ فِي يَوْمِ الاثْنَيْنِ طُلُوعَ فَجْرِهِ
وَوَافَقَ الْعِشْرِينَ مِنْ نَيْسَانَا وَقَبْلَهُ حِينَ أَبِيهِ حَانَا

آپ ﷺ کی ولادت معزز مہینے کی ۱۰ تاریخ کو ہوئی
یعنی ربیع الاول کے مہینے میں، عام الفیل میں (ولادت ہوئی)
لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ یہ ۱۲ تاریخ کو ہوئی
یعنی پیر کے دن، فجر کے وقت
اور یہ اپریل کی ۲۰ تاریخ کے مطابق تھا
اس سے پہلے ہی آپ کے والد کا وفات پا چکے تھے

ولادت باسعادت:

بقول مصنف رحمہ اللہ آپ ﷺ کی پیدائش (۵۷۱، ۲۰ ابریل) ۱۰ ربیع الاول، یوم الاثنین، عام الفیل، مکہ مکرمہ میں ہوئی (لیکن شیخ صالح العصیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدنا عبد اللہ ابن عباسؓ اور سیدنا جابرؓ سے صحیح سند سے ۱۲ ربیع الاول کا قول ذکر ہے، جس کے بعد کسی قول کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی)۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ نے فرمایا: جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہو گئے۔ امام احمدؒ اور امام دارمیؒ وغیرہ نے بھی تقریباً اسی مضمون کی روایت نقل فرمائی ہے۔

صحیح قول کے مطابق پیدائش کے وقت آپ ﷺ کے والد عبد اللہ کی وفات ہو چکی تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ عَامَيْنِ غَدَا فَطِيمَا جَاءَتْ بِهِ مُرضِعُهُ سَلِيمَا

حَلِيمَةٌ لِأُمِّهِ وَعَادَتْ بِهِ لِأَهْلِهَا كَمَا أَرَادَتْ

دو سال بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا

آپ کو دودھ پلانے والی (حلیمہ سعدیہ) سلامت واپس لائیں

حلیمہ آپ کی والدہ کے پاس واپس آئیں

اور انہیں اہل خانہ کے سپرد کیا، جیسا کہ وہ چاہتی تھیں

رضاعت:

پیدائش کے ایک ہفتہ بعد سب سے پہلے ابولہب کی لونڈی ثُویبہ نے دودھ پلایا۔ ثُویبہ نے آپ ﷺ سے پہلے آپ کے چچا سیدنا حمزہؓ بن عبد المطلب کو اور سیدنا ابو سلمہؓ بن عبد الاسد مخزومی (ام المؤمنین ام سلمہ ہندؓ کے پہلے شوہر) کو بھی دودھ پلایا تھا۔

پیدائش کے بعد دستور کے مطابق جدِ رسول ﷺ عبد المطلب نے دودھ پلانے والی دایہ تلاش کی اور نبی ﷺ کو حلیمہ بنت ابی ذُؤیب کے حوالے کیا۔ یہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک خاتون تھیں۔

عرب کے اس دستور کی وجوہات یہ تھیں:

1- شہری امراض سے دور رکھنا۔

2- جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہونا۔

3- خالص اور فصیح عربی زبان سیکھنا۔

رضاعت کے تعلق سے رسول الرم ﷺ کے بھائی اور بہن عبد اللہ، انیسہ، حذافہ (یا جذامہ) تھے۔ حذافہ کا لقب شَیماء تھا یہ آپ کو گود کھلایا کرتی تھیں۔ دودھ پلانے کے اس دورانیہ کے بارے میں حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اتنی تیزی سے نشو نما پا رہے تھے کہ دوسرا کوئی بچہ اس معاملے میں ان کے مشابہ نہ تھا۔ جب آپ ﷺ نے دو سال رضاعت کے مکمل کر لئے تو ہم آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئے، لیکن ہم آپ ﷺ کی جو برکت دیکھتے آئے تھے اس وجہ سے ہماری شدید خواہش یہی تھی کہ وہ ہمارے پاس رہیں چنانچہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کی والدہ سے اس متعلق گفتگو کی۔ میں نے کہا: کیوں نہ آپ اپنے بچے کو میرے پاس ہی رہنے دیں کہ ذرا اور مضبوط ہو جائے۔ کیونکہ مجھے اس کے متعلق مکہ کی وباء کا خطرہ ہے۔ غرض ہمارے مسلسل اصرار پر انہوں نے بچہ ہمیں واپس دے دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد بھی بنو سعد ہی میں رہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَبَعْدَ شَهْرَيْنِ انْشِقَاقُ بَطْنِهِ   وَقِيلَ بَعْدَ أَرْبَعٍ مِنْ سِنِّهِ

پھر دو مہینے بعد واقعہ شق صدر پیش آیا

اور کہا گیا کہ یہ واقعہ آپ کی عمر چار سال تھی تب پیش آیا

شق صدر کا پہلا واقعہ:

ولادت کے دوسرے سال (دو سال اور دو مہینے) شق صدر سینہ مبارک چاک کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ چوتھے سال پیش آیا تھا۔

اا س کی تفصیل سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل آئے جبکہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، انہوں نے آپ کو پکڑا، نیچے لٹایا، آپ کا سینہ چاک کیا اور دل نکال لیا، پھر اس سے ایک لوتھڑا نکالا اور کہا: "یہ آپ (کے دل میں) سے شیطان کا حصہ تھا۔" پھر اس (دل) کو سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو جوڑا اور

اس کی جگہ پر لوٹا دیا، بچے دوڑتے ہوئے آپ کی والدہ، یعنی آپ کی رضاعی ماں کے پاس آئے اور کہا: "محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔" (یہ سن کر لوگ دوڑے) تو آپ کو سامنے سے آتے ہوئے پایا، آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں اس سلائی کا نشان آپ کے سینے پر دیکھا کرتا تھا۔" (صحیح مسلم: ۴۱۳)

اس واقعے سے حلیمہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے آپ کو آپ کی ماں کے حوالے کر دیا چنانچہ آپ چھ سال کی عمر تک والدہ ہی کی آغوش محبت میں رہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ سِتٍّ مَعَ شَهْرٍ جَا وَفَاةُ أُمِّهِ عَلَى الْأَبْوَاء

اور چھ سال ایک ماہ کے بعد

آپ کی والدہ کا انتقال مقام ابواء پر ہوا

رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی وفات:

آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب تھا اور آپ قبیلہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کا ارادہ ہوا کہ اپنے متوفی شوہر کی یاد میں یثرب جا کر ان کی قبر کی زیارت کریں۔ چنانچہ وہ اپنے یتیم بچے محمد ﷺ، اپنی خادمہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا، اپنے سرپرست عبد المطلب (جن کا اصل نام شیبہ تھا)، اور ان کے ننھیال [بنو عدی بن نجار کے لوگ] کی معیت میں تقریباً پانچ سو کیلو میٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ تشریف لے گئیں اور وہاں ایک ماہ تک قیام کر کے واپسی کی راہ پکڑی۔ لیکن ابتداء سفر میں بیماری نے آلیا۔ پھر یہ بیماری شدت اختیار کرتی گئی یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں پہنچ کر رحلت فرما گئیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَجَدُّه لِلْأَبِ عَبْدُ الْمُطَّلِب بَعْدَ ثَمَانٍ مَاتَ مِنْ غَيْرِ كَذِب

اور آپ کے دادا عبد المطلب نے پرورش کی
آٹھ سال بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا، یہ بات یقینی ہے

دادا (عبد المطلب) کی وفات:

عبد المطلب قبیلہ قریش کی معزز شخصیت اور مقبول رہنما تھے اور آپ ﷺ سے انتہائی محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے تھے، ایک دن اپنے پوتے کو لے کر مکہ پہنچے۔ آپ ﷺ کی عمر ابھی صرف آٹھ سال تھی (یعنی ماں کی وفات کے دو سال بعد) کہ دادا عبد المطلب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ ان کا انتقال مکہ میں ہوا اور وہ وفات سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو، جو آپ کے والد عبد اللہ کے سگے بھائی تھے، آپ ﷺ کی کفالت کی وصیت کر گئے تھے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ أَبُو طَالِبِ الْعَمُّ كَفَلْ   خِدْمَتَهُ ثُمَّ إِلَى الشَّامِ رَحَلْ
وَذَاكَ بَعْدَ عَامِهِ الثَّانِي عَشَرْ   وَكَانَ مِنْ أَمْرِ بَحِيرَا مَا اشْتَهَرْ
وَسَارَ نَحْوَ الشَّامِ أَشْرَفُ الْوَرَى   فِي عَامِ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ اذْكُرَا
لِأُمِّنَا خَدِيجَةٍ مُتَّجِرَا   وَعَادَ فِيهِ رَابِحًا مُسْتَبْشِرَا

پھر آپ کے چچا ابو طالب نے کفالت کی
یہ آپ کی عمر کے بارہویں سال کے بعد کا واقعہ ہے
اور بحیرا راہب کے واقعے کو شہرت حاصل ہوئی
آپ، جو تمام انسانوں میں افضل ہیں، شام کی طرف روانہ ہوئے
یہ سفر آپ نے ۲۵ برس کی عمر میں کیا
یاد رکھو ہماری ماں خدیجہؓ کے مال کے ساتھ تجارت کے لیے
اور نفع کما کر خوشی کے ساتھ واپس آئے

چچا ابو طالب کی کفالت:

نبی کریم ﷺ کے چچا اور سیدنا علیؓ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف بن عبد المطلب تھا۔ انہوں نے اپنے بھتیجے کا حق کفالت بڑی خوبی سے ادا کیا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصے تک رسول اکرم ﷺ کو قوت بخشی، اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا اور آپ ﷺ ہی کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کی۔

شام کا پہلا سفر (بحیرا راہب):

جب آپ کی عمر ۱۲ سال ہو گئی تو ابو طالب آپ کو ساتھ لے کر تجارت کے لیے ملک شام کے سفر پر نکلے اور بصریٰ پہنچے۔ بصریٰ ملک شام کا ایک مقام، اور حوران کا مرکزی شہر ہے۔ اس شہر میں جرجیس نامی ایک راہب رہتا تھا، جو بحیرا کے لقب سے معروف تھا۔ جب قافلے نے وہاں پڑاؤ ڈالا تو یہ راہب اپنے گرجا سے نکل کر قافلے کے اندر آیا اور اس کی میزبانی کی حالانکہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں نکلتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اوصاف کی بنا پر پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ سید العالمین ہیں۔ اللہ انہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گا۔ ابو طالب نے کہا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا آپ لوگ جب گھاٹی کے اس جانب نمودار ہوئے تو کوئی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ کے لیے جھک نہ گیا ہو اور یہ چیزیں نبی کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ نہیں کرتیں۔ پھر میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو کندھے کے نیچے کری (نرم ہڈی) کے پاس سیب کی طرح ہے اور ہم ان کا ذکر اپنی کتب میں بھی پاتے ہیں۔ اس کے بعد بحیرا راہب نے ابو طالب سے کہا کہ انہیں واپس بھیج دیں، ملک شام نہ لے کر جائیں، کیونکہ مبادا وہاں یہود انہیں پہچان لیں ان سے خدشہ ہے کہ وہ انہیں نقصان پہنچائیں۔ اس پر ابو طالب نے کچھ غلاموں کی معیت میں آپ ﷺ کو مکہ واپس بھیج دیا۔

شام کا دوسرا سفر (سامان خدیجہ):

۲۵ سال کی عمر ہوئی تو سیدہ خدیجہؓ کے مالِ تجارت کے ساتھ ملکِ شام تشریف لے گئے۔ سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد ایک معزز مالدار تاجر خاتون تھیں لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لئے دیتی تھیں اور مضاربت (ایک کا مال اور دوسرے کی محنت) کے اصول پر ایک حصہ طے کر لیتی تھیں۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کی راست گوئی، امانتداری اور اخلاقِ عالیہ کا علم ہوا تو انہوں نے

ایک پیغام کے ذریعے رسول اکرم ﷺ کو یہ پیشکش کی کہ آپ ﷺ ان کا مال لیکر تجارت کے لئے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملکِ شام تشریف لے جائیں۔ وہ دوسرے تاجروں کو جو منافع میں حصہ دیتی ہیں اس سے بہتر اجرت آپ ﷺ کو دینگی۔ آپ ﷺ نے یہ پیشکش قبول کرلی اور انکامال لے کر انکے غلام میسرہ کے ساتھ ملکِ شام تشریف لے گئے۔

❋ قال الناظم رحمه الله:

فَكَانَ فِيهِ عَقْدُهُ عَلَيْهَا   وَبَعْدَهُ إِفْضَاؤُهُ إِلَيْهَا

اسی سال آپ ﷺ کا ان سے نکاح ہوا
اور پھر ان کی رخصتی عمل میں لائی گئی

ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ سے نکاح:

جب آپ ﷺ مکہ واپس تشریف لائے اور سیدہ خدیجہؓ نے اپنے مال میں ایسی امانت وبرکت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور ادھر ان کے غلام میسرہ نے آپ ﷺ کی بہت تعریفیں کیں۔ اس سے پہلے بڑے بڑے سردار ان اور وسا ان سے شادی کے خواہاں تھے لیکن انہوں نے کسی کا پیغام قبول نہ کیا تھا۔ اب انہوں نے اپنے دل کی بات اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ سے کی اور نفیسہ نے جا کر نبی ﷺ سے گفت وشنید کی۔ آپ ﷺ نکاح کے لئے رضا مند ہوگئے اور اپنے چچاؤں سے اس معاملے پہ بات کی۔ انہوں نے سیدہ خدیجہؓ کے چچا سے بات کی اور شادی کا پیغام دیا۔ اس کے بعد یہ شادی ہوگئی۔ یہ ملک شام کی واپسی کے دوماہ بعد کی بات ہے اس وقت ام المؤمنین کی عمر ۴۰ سال تھی (ابن اسحاق اور بعض دیگر سیرت نگاروں نے ۲۸ کو تقویت دی ہے)۔

❋ قال الناظم رحمه الله:

وَوِلْدُهُ مِنْهَا خَلاَ إِبْرَاهِيمْ   فَالْأَوَّلُ الْقَاسِمُ حَازَ التَّكْرِيمْ
وَزَيْنَبٌ رُقَيَّةٌ وَفَاطِمَةْ   وَأُمُّ كُلْثُومٍ لَهُنَّ خَاتِمَةْ

وَالطَّاهِرُ الطَّيِّبُ عَبْدُ اللهِ   وَقِيلَ كُلُّ اسْمِ لِفَرْدٍ زَاهِي
وَالْكُلُّ فِي حَيَاتِهِ ذَاقُوا الْحِمَامْ   وَبَعْدَهُ فَاطِمَةٌ بِنِصْفِ عَامْ

آپ ﷺ کی تمام اولاد ان سے ہوئی، سوائے ابراہیم کے

سب سے پہلے قاسم نے یہ شرف حاصل کیا

اور زینبؓ، رقیہؓ اور فاطمہؓ (بیٹیاں تھیں)

اور اُمّ کلثومؓ، ان سب میں آخری تھیں

اور طاہر، طیب اور عبد اللہ تھا (یعنی ایک ہی بیٹے کے نام)

اور کہا گیا کہ یہ سب نام الگ الگ بیٹوں کے تھے

اور سب (اولاد) نے ان کی زندگی میں ہی وفات پائی

اور ان کے بعد فاطمہ نے نصف سال کے بعد وفات پائی

اولاد النبی ﷺ:

آپ ﷺ کی سب اولاد قبلِ بعثت سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی، سوائے بیٹے ابراہیم کے جو ماریہؓ القبطیہ کی بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد کے نام یہ ہیں:

1. القاسم
2. سیدہ زینبؓ
3. سیدہ رقیہؓ
4. سیدہ فاطمہؓ (صحیح بات یہ ہے کہ یہ آخری تھیں)
5. سیدہ ام کلثومؓ
6. عبد اللہ (ان کے القاب الطیب اور الطاہر تھے کیونکہ یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے)
7. ابراہیم (ہجرت مدینہ کے بعد ولادت ہوئی اور ۱۰ ہجری میں وفات ہوئی)

سیدہ فاطمہؓ کے سوا باقی سب کا انتقال آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گیا۔ سیدہ فاطمہؓ کی رحلت آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ خَمْسٍ وَثَلاَثِينَ حَضَرْ ... بُنْيَانَ بَيْتِ اللهِ لَمَّا أَنْ دَثَرْ
وَحَكَّمُوهُ وَرَضُوا بِمَا حَكَمْ ... فِي وَضْعِ ذَاكَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ ثَمّْ

اور جب وہ ۳۵ برس کی عمر کو پہنچے

تو بیت اللہ کی عمارت گر گئی تھی

تو انہوں نے آپ ﷺ سے فیصلہ لیا اور ان کے فیصلے سے سب راضی ہوئے

اس فیصلے میں کہ حجرِ اسود کو کہاں رکھا جائے

کعبہ کی تعمیر میں شرکت:

آپ ﷺ کی عمر کا پینتیسواں ۳۵ سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی کہ کعبہ انسانی قد سے صرف کچھ اونچی چار دیواری کی شکل میں تھا، سیدنا اسماعیلؑ کے زمانے ہی سے اس کی بلندی ۹ ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہ تھی۔ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چرا لیا، اس کے علاوہ اس کی تعمیر پر ایک طویل زمانہ گزر چکا تھا عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور دیواریں پھٹ گئی تھیں پھر اسی سال ایک زوردار سیلاب آیا جس کا رخ خانہ کعبہ کی جانب تھا کیونکہ خانہ کعبہ نیچے کی جانب واقع تھا اس کے نتیجے میں خانہ کعبہ کسی بھی لمحے ڈھے سکتا تھا۔ اس لئے قریش کے لئے ضروری ہو گیا کہ اسکا مرتبہ و مقام بر قرار رکھنے کے لئے اسے از سر نو تعمیر کریں۔ اس مرحلے پر قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ اس میں لونڈی کی اجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں ہونے دینگے۔

نئی تعمیر کیلئے پرانی عمارت کو ڈھانا ضروری تھا لیکن کسی کو ڈھانے کی جرت نہیں ہوتی تھی، چنانچہ بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی (والد خالد بن ولیدؓ) نے ابتدا کی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کی لیکن دوران تعمیر جب عمارت حجر اسود تک بلند ہو چکی تو یہ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو۔ ابو امیہ مخزومی (ام سلمہ کے والد، نبی ﷺ کے سسر) نے یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے سے دوسرے دن جو سب سے پہلے داخل ہو اسی سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروالیں گے جو سب تسلیم کریں گے۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ کی مشیت تھی کہ اس دن سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ "هذا الامين رضينا هذا محمد ﷺ"۔ یہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں یہ محمد ہیں۔ آپ ﷺ نے اس تنازعہ کے فیصلے کے لئے ایک چادر طلب کی پھر بیچ میں حجر اسود رکھا اور متنازعہ قبائل کے سرداران سے کہا کہ آپ سب حضرات چادر کا کنارا پکڑ کر اوپر اٹھائیں انہوں نے ایسا ہی کیا جب چادر حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ بڑا معقول فیصلہ تھا اس پر سب لوگ راضی ہو گئے۔ ادھر قریش کے پاس مال حلال کی کمی پڑ گئی اس لئے انہوں نے شمال کی طرف سے کعبہ کی لمبائی تقریباً چھ ہاتھ (تقریبا نوفٹ) کم کر دی یہی ٹکڑا آج حطیم اور حجرِ اسماعیل کہلاتا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَـعْـدَ عَـامِ أَرْبَـعِـينَ أُرْسِـــلاَ   فِي يَـوْمِ الاِثْـنَـيْنِ يَقِـينًـا فَـانْـقُـلاَ

فِي رَمَضَـــانَ أَوْ رَبِـيـعِ الْأَوَّلِ   وَسُـــورةُ اقْـرَأْ أَوَّلُ الْـمُـنَـزَّلِ

اور چالیس برس کی عمر کے بعد

یقیناً پیر کے دن دونوں (وحی اور نبوت) عطا کی گئیں، پس اسے یاد رکھو

یہ رمضان میں ہوا یا ربیع الاول میں

اور سورۂ اقرأ (العلق) ہی سب سے پہلے وحی نازل ہوئی

آغازِ وحی اور ابتدائے رسالت:

آپ ﷺ اپنی قوم کے شرک سے بیزار تھے اور آپ کو اس دوران تنہائی محبوب ہو گئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف جب چالیس ۴۰ برس کے قریب ہو چلی تو آپ ستو اور پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور کوہِ حراء کے ایک غار میں جاتے رہتے۔ آپ ﷺ جب یہاں تشریف لے جاتے تو سیدنا خدیجہؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ ﷺ مکمل رمضان اس غار میں قیام فرماتے۔ ادھر سے گزرنے والے مساکین کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے، کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کارفرما قدرتِ نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ ﷺ اپنی قوم کے گھٹیا شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات سے بالکل مطمئن نہ تھے، لیکن آپ کے سامنے کوئی واضح رستہ، معین طریقہ اور افراط و تفریط کے درمیان کوئی ایسی معتدل راہ دکھائی نہیں دیتی تھی جس پر آپ ﷺ مطمئن اور انشراحِ صدر کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے۔ نبی ﷺ کو یہ تنہائی پسند آنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ایک تدبیر کا حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مستقبل کے کارِ عظیم کے لیے تیار کر رہا تھا۔ آپ ﷺ اس خلوت میں ایک ماہ تک کائنات کی آزاد روح کے ساتھ ہم سفر رہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو منصبِ نبوت سے سرفراز کیا گیا یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ چالیس سال کی عمر سنِ کمال کہلاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی پیغمبروں کی بعثت کی عمر ہے۔ اس وقت جو سلسلہ شروع ہوا وہ خواب کی شکل میں تھا آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا۔ اس حالت پر چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ اس کے بعد سیدنا جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے. سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: آپ ﷺ غار حراء میں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو! آپ ﷺ نے فرمایا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس پر انہوں نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری ساری قوت نچوڑ ڈالی۔ پھر مجھے چھوڑا اور پھر کہا پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ انہوں نے دوبارہ مجھے جکڑ کر دبوچا۔ اب کی بار چھوڑا تو پھر مجھے کہا، پڑھو! میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر انہوں نے تیسری بار مجھے پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑا اور ایک بار پھر کہا: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ [العلق:1-3]

(پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ ﷺ کا رب نہایت کریم ہے)

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ عَلَّمَهْ　　جِبْرِيلُ وَهْيَ رَكْعَتَانِ مُحْكَمَةْ

پھر وضو اور نماز آپ ﷺ کو سکھائی گئی

یہ جبرائیلؑ نے سکھائی، اور وہ دو رکعتیں مکمل

عبادت کا آغاز وضو اور دو رکعت نماز کے ساتھ:

ابتدا میں جو کچھ نازل ہوا اسی میں نماز کا حکم بھی تھا۔ مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں دو رکعت صبح اور دو رکعت شام کی نماز فرض کی۔ مؤلف رحمہ اللہ نے جس روایت کی بنیاد پر وضوء اور دو رکعت نماز کو ذکر کیا ہے وہ روایت قطعا ثابت نہیں ہے تعداد رکعات کا ثبوت صحیح احادیث سے نہیں ملتا۔

البتہ بعض مفسرین رحمہم اللہ نے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ [طه: ١٣٠]

(اور اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرنے کے لیے تسبیح پڑھیے، آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے)

اس آیت سے مراد طلوع آفتاب سے قبل دو رکعت اور غروب آفتاب سے قبل دو رکعت مراد لیا ہے۔(پنجگانہ نماز کی فرضیت سے پہلے)

اور بعض نے کہا:

﴿قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [المزمل: ٢] کے پیش نظر تہجد کی نماز فرض تھی۔

(رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کریں مگر تھوڑی رات آرام کر لیا کریں)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنا تو یقینی ہے لیکن تعدد رکعات اور وقت کا تعین ثابت نہیں ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ مَضَــــتْ عِشْـــرُونَ يَوْمًا كَامِلَةْ   فَـرَمَـتِ الجِـنَّ نُجُـومٌ هَـائِـلَـةْ

پھر بیس دن پورے گزرے

توجنات پر (آسمان سے) خوفناک ستارے برسنے لگے

شیاطین جنوں پہ شہاب ثاقب کا گرنا:

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: جن آسمان کی طرف چڑھ کر وحی سننے جایا کرتے تھے اور جب وہ ایک بات سن لیتے تو اس میں اور بڑھا لیتے تو جو بات وہ سنتے وہ تو حق ہوتی لیکن جو بات وہ اس کے ساتھ بڑھا دیتے وہ باطل ہوتی اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث فرما دیئے گئے تو ان جنوں کو ان کی نشست گاہوں سے روک دیا گیا تو انہوں نے اس بات کا ذکر ابلیس سے کیا اس سے پہلے انہیں تارے پھینک پھینک کر نہ مارا جاتا تھا، ابلیس نے کہا: زمین میں کوئی نیا حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے جبھی ایسا ہوا ہے، اس نے پتا لگانے کے لیے اپنے لشکر کو بھیجا، انہیں رسول اللہ ﷺ دو پہاڑوں کے درمیان کھڑے صلاۃ پڑھتے ہوئے ملے۔ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا، وہ لوگ آپ سے ملے اور جا کر اسے بتایا، پھر اس نے کہا یہی وہ حادثہ ہے جو زمین پر ظہور پذیر ہوا۔

مراحلِ دعوت و تبلیغ

خفیہ دعوت:

بعثت کے ابتدائی تین سال تک رسول مکرم ﷺ کی تبلیغ کا کام خفیہ اور انفرادی رہا اور حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پہل دعوت و تبلیغ کا کام پس پردہ انجام دیا جائے تاکہ اہل مکہ کے سامنے اچانک ایک ہیجان خیز صورت حال نہ آجائے۔

بعض اوقات صحابہ کرامؓ گھاٹیوں میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار قریش کے کچھ لوگوں نے دیکھ لیا تو گالم گلوچ اور لڑائی جھگڑے پر اتر آئے، جواباً سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو ایسی ضرب لگائی کہ اسکا خون بہہ پڑا اور یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا۔ یہ بات واضح تھی کہ اگر اس طرح کا ٹکراؤ دوبارہ ہوتا اور طول پکڑتا تو مسلمانوں کے خاتمے کی نوبت آسکتی تھی۔ عام صحابہ اپنے سارے امور خفیہ انجام دیتے جب کہ رسول اللہ ﷺ کھلم کھلا انجام دیتے تھے۔ کوئی چیز آپ ﷺ کو اس سے روک نہیں سکتی تھی۔ اس دوران آپ ﷺ نے سیدنا ارقم بن ابی الارقم المخزومیؓ کے مکان کا انتخاب کیا جہاں وہ جمع ہوا کرتے تھے۔ ان کے مکان کو انتخاب کرنے کی کچھ وجوہات تھیں:

1- یہ کم عمر صحابی تھے۔
2- یہ بنو مخزوم (ابو جہل کے قبیلے) سے تھے تو شک کی گنجائش کم تھی۔
3- ان کا مکان کوہ صفا پر سرکشوں کی نگاہوں اور ان کی مجلسوں سے دور الگ تھلگ واقع تھا۔
4- ان کا مکان اہل مکہ کے بازار عکاظ کے رستے میں تھا تو وہاں لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا تو شک کی گنجائش کم تھی۔

اسی دوران سیدنا ابو ذر الغفاریؓ کے اسلام کا واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابوذر! اس معاملے کو پس پردہ رکھو اور اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ جب ہمارے ظہور کی خبر ملے تو آجانا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ دَعَا فِي أَرْبَعِ الْأَعْوَامِ بِالْأَمْرِ جَهْرَةً إِلَى الْإِسْلَامِ

پھر آپ ﷺ نے چار برس بعد دعوت دی

اسلام کی طرف کھلے عام بلایا

اعلانیہ دعوتِ عام:

جہری دعوت کا سلسلہ چوتھے سال کے بعد ہوا۔ اس مرحلے میں سب سے پہلے اللہ نے حکم دیا کہ:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء :]

(آپ اپنے نزدیک ترین قرابتداروں کو عذاب الہی سے ڈارائیے)

آپ نے قرابت داروں کو جمع کیا اور مشاورت کی اور جیسے ہی نبی کریم ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دوران ابو طالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یہ آواز لگائی: یا صباحاۃ !! (ہائے صبح) یہ سن کر قریش کے قبائل آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے اور آپ ﷺ نے انہیں خدا کی توحید، اپنی رسالت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس آواز کی گونج ابھی مکے کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالی کا ایک اور حکم نازل ہو:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الحجر:]

(آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کر دیجیے اور مشرکین سے رخ پھیر لیجیے)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شرک کے خرافات واباطیل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واشگاف کرنا شروع کر دیا۔

ہجرت حبشہ

❋ قال الناظم رحمه الله:

وَأَرْبَعٌ مِنَ النِّسَا وَاثْنَا عَشَرْ ... مِنَ الرِّجَالِ الصَّحْبِ كُلٌّ قَدْ هَجَرْ

إِلَى بِلاَدِ الْحُبْشِ فِي خَامِسِ عَامْ ... وَفِيهِ عَادُوا ثُمَّ عَادُوا لاَ مَلاَمْ

اور چار عورتیں اور بارہ مرد

صحابہ میں سے وہ سب ہجرت کر گئے

حبشہ کی طرف پانچویں سال میں

اسی سال واپس آئے، پھر دوبارہ گئے، کوئی ملامت نہیں

پہلی ہجرتِ حبشہ (۱۲ مرد، ۴ عورتیں):

یہ واقعہ پانچویں سال کا ہے جب اعلانیہ دعوت کا آغاز ہو چکا تھا مسلمانوں کے لئے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا تھا اور انہیں ان مشکلوں سے نجات کی تدبیر سوچنے کیلئے مجبور ہونا پڑا۔ ان ہی تاریک اور سنگین حالات میں سورۃ کہف نازل ہوئی۔ چنانچہ اصحاب کہف کے واقعے میں یہ درس موجود ہے کہ جب دین اور ایمان خطرے میں ہو تو کفر و ظلم کے مراکز سے ہجرت کے لئے تن بہ تقدیر نکل جانا چاہئیے۔ ارشاد ہے:

﴿وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا﴾

[الکهف :]

(اور جب تم ان سے اور اللہ کے سوا انکے دوسرے معبودوں سے الگ ہو گئے تو غار میں پناہ گیر ہو جاؤ، تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا، اور تمہارے کام کے لئے تمہاری سہولت کی چیز تم کو مہیا کر دے گا)

ادھر رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ اصحمہ (بادشاہ کا نام) نجاشی (حبشہ کے بادشاہ کا لقب) شاہ حبش ایک عادل بادشاہ ہے۔ وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لئے حبشہ ہجرت

کر جائیں۔ چنانچہ صحابہؓ نے ارادہ کرلیا اور ان کی اس جماعت میں بارہ مرد اور چار عورتیں جمع ہو گئیں۔ ہجرت میں سیدنا عثمانؓ بن عفان انکے امیر تھے اور انکے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا کہ سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا لوطؑ کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔

جب یہ صحابہ کرام جاچکے تو کچھ عرصہ بعد واقعہ پیش آیا کہ نبی ﷺ ایک بار حرم تشریف لے گئے، وہاں قریش کا بڑا مجمع تھا، انکے سردار اور بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ آپ ﷺ نے ایک دم اچانک ہی کھڑے ہو کر سورۃ نجم کی تلاوت شروع کر دی۔ اچانک شروع کرنے سے ان (مشرکین) کے کانوں میں کلام الٰہی کی آواز پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے سورۃ کے اواخر میں دل دہلا دینے والی آیات تلاوت فرما کر اللہ کا یہ حکم سنایا کہ:

﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا﴾ [النجم:]

(اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو)۔

آپ ﷺ نے پڑھتے ساتھ ہی سجدہ فرمایا تو کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ بہر حال مشرکین کے سجدہ کرنے کے اس واقعے کی خبر حبشہ کے مہاجرین کو بھی معلوم ہوئی لیکن اپنی اصلی صورت سے بالکل ہٹ کے، یعنی انہیں یہ معلوم ہوا کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں، چنانچہ انہوں نے مکہ واپسی کی راہ لی لیکن جب اتنے قریب آگئے کہ مکہ ان سے ایک دن سے بھی کم فاصلے پر رہ گیا تو حقیقت آشکار ہوئی۔ اس کے بعد کچھ لوگ تو سیدھے حبشہ پلٹ گئے اور کچھ لوگ چھپ چھپا کر قریش کے کسی آدمی کی پناہ لے کر مکے میں داخل ہوئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثَلَاثَةٌ هُمْ وَثَمَانُونَ رَجُلْ وَمَعَهُمْ جَمَاعَةٌ حَتَّى كَمُلْ

وَهُنَّ عَشْرٌ وَثَمَانٍ ثُمَّ قَدْ أَسْلَمَ فِي السَّادِسِ حَمْزَةُ الْأَسَدْ

وہ تین عورتیں اور تراسی مرد تھے

اور ان کے ساتھ ایک مکمل قبیلہ بھی تھا

اور وہ اٹھارہ عورتیں تھیں، پھر

چھٹے سال سیدنا حمزہ شیر خدا اسلام لائے

دوسری ہجرت حبشہ (83 مرد، 18 عورتیں):

پہلی ہجرت کے بعد ان مہاجرین پر خصوصاً اور مسلمانوں پر عملاً قریش کا ظلم و ستم اور بڑھ گیا اور ان کے خاندان والوں نے انہیں خوب ستایا کیونکہ قریش کو انکے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک کی جو خبر ملی تھی اس پر وہ نہایت چیں بجیں تھے۔ ناچار رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو پھر ہجرتِ حبشہ کا مشورہ دیا۔ اس بار قریش پہلے سے چوکنے تھے لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے اس سفر کو آسان بنا دیا، اور وہ دوبارہ حبشہ پہنچ گئے۔

اسی دوران قریش نے عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو جو گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اس اہم سفارتی مہم کیلیئے منتخب کیا اور بہت سے اعلیٰ قسم کے تحائف اور ہدایہ دے کر حبشہ روانہ کیا۔ انہوں نے کافی کوشش کی مسلمانوں کو کسی طرح نجاشی کے ہاں بد ظن کیا جائے تاکہ انہیں واپس مکہ لے جایا جائے لیکن سیدنا جعفر طیارؓ کی فقاہت و ذہانت نے ان کا یہ منصوبہ ناکام بنا دیا، جس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں سے کہا جاؤ اور امن و امان سے رہو، مجھے گوارا نہیں کہ تم میں سے میں کسی آدمی کو ستاؤں، بھلے اس کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔

اسی سفر میں مہاجرین کی ملاقات سیدنا ابو موسی اشعریؓ سے ہوئی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرنے کی خبر اس وقت پہنچی جب ہم یمن میں تھے، اس لیے ہم بھی مہاجرین کی حیثیت سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ میں تھا (یعنی کے ابو موسی اشعری خود) اور میرے دو بڑے بھائی ان میں سے ایک 'ابو بردہ' اور دوسرا 'ابورھم' تھا۔

ہماری قوم کے باون یا ترپن افراد تھے۔ ہم کشتی میں سوار ہوئے جس نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ پہنچا دیا۔ وہاں اتفاقاً ہماری ملاقات سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہو گئی۔ سیدنا جعفر نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور یہاں رہنے کا حکم دیا ہے، لہذا تم بھی ہمارے ساتھ رہو، چنانچہ ہم بھی وہاں ان کے ساتھ مقیم ہو گئے یہاں تک کہ ہم سب اکھٹے مدینہ طیبہ آئے۔ ہماری ملاقات رسول اللہ ﷺ سے اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے۔

سیدنا حمزہؓ کا قبولِ اسلام:

ان کے اسلام لانے کا واقعہ نبوت کے چھٹے سال کا ہے۔ ابتداءً سیدنا حمزہؓ کا اسلام محض اس حمیت کے طور پر تھا کہ ان کے عزیز کی توہین کیوں کی گئی۔ لیکن پھر اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا اور مسلمانوں نے ان کی وجہ سے بڑی عزت و قوت محسوس کی۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ ایک روز ابو جہل کوہِ صفا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی اور سخت الفاظ کہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، اور کچھ بھی نہ کہا لیکن اس خبیث نے آپ ﷺ کے سر پر ایک پتھر دے مارا، جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون بہہ نکلا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ عبد اللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ سیدنا حمزہؓ کمان حمائل کئے (شیر کا شکار کر آئے تھے) واپس تشریف لائے تو اس نے ان سے ابو جہل کی ساری حرکت کہہ سنائی۔ سیدنا حمزہؓ غصے سے بھڑک اٹھے، یہ قریش کے سب سے طاقتور اور مضبوط لوگوں میں سے تھے۔ ماجرا سن کر کہیں ایک لمحہ رکے بغیر دوڑتے ہوئے اور یہ تہیہ کئے ہوئے آئے کہ جوں ہی ابو جہل کا سامنا ہو گا، اس کی مرمت کر دیں گے۔ چنانچہ مسجد حرام میں داخل ہو کر سیدھے اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور بولے: او سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان سے اس زور کی مار ماری کہ اس کے سر پر بدترین قسم کا زخم آ گیا۔ اس پر ابو جہل کے قبیلے بنو مخزوم اور سیدنا حمزہؓ کے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے۔ لیکن ابو جہل نے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ ابو عمارہ (سیدنا حمزہؓ کی کنیت) کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت بُری گالی دی تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ تِسْعٍ مِنْ سِنِي رِسَالَتِهْ ... مَاتَ أَبُو طَالِبَ ذُو كَفَالَتِهْ

وَبَعْدَه خَدِيجَةٌ تُوُفِّيَتْ ... مِنْ بَعْدِ أَيَّامٍ ثَلَاثَةٍ مَضَتْ

اور نبوت کے نویں سال

سیدنا ابو طالب، آپ ﷺ کے کفیل، وفات پا گئے

اور ان کے بعد سیدنا خدیجہؓ کا انتقال ہوا

تین دن گزرنے کے بعد ان کا وصال ہوا

غم ہی غم:

بہت کم مدت کے دوران آپ ﷺ پر سخت حالات آن پڑے تھے۔ چچا ابو طالب جو گھر سے باہر آپ ﷺ کے غم خواہ تھے اور ام المؤمنین سیدہ خدیجہ ؓ گھر کے اندر آپ ﷺ کی غم خوار تھیں۔ ان دونوں کی یکے بعد دیگرے وفات سے آپ ﷺ پر دو بڑی بھاری مصیبتیں آپڑی تھیں۔

کچھ مورخین نے اسے (عام الحزن) غم کا سال کہا ہے جب کہ یہ صحیح بات نہیں کیونکہ مورخ کبیر ابن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی اسے ذکر نہیں کیا ہے اور کسی صحابی یا تابعی سے بھی منقول نہیں بلکہ یہ سلسلہ تین چار صدیوں بعد جاری ہوا جسے اخباریوں نے وضع کیا۔ اور شرعا بھی حزن مذموم چیز ہے تو کیسے نبی ﷺ اس چیز کو اپنے لیے پسند کرینگے۔

چچا ابو طالب کی وفات:

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کو نویں سال میں ذکر کیا ہے لیکن جمہور کے مطابق ان کی وفات دسویں سال میں ہوئی تھی۔ دراصل ابو طالب کافی بیمار تھے اور مرض بڑھتا جارہا تھا جس کے چلتے بالآخر وہ انتقال کر گئے۔

صحیح بخاری میں سیدنا مسیب ؓ سے مروی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں ابو جہل بھی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان آپ ''لا الہ الّا اللہ'' کہہ دیجیے۔ بس ایک کلمہ جس کے ذریعے میں اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت پیش کر سکوں۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا: ابو طالب! کیا عبد المطلب کی ملت سے رُخ پھیر لوگے؟ پھر یہ دونوں برابر ان سے بات کرتے رہے یہاں تک کہ آخری بات جو ابو طالب نے لوگوں سے کہی یہ تھی کہ "عبد المطلب کی ملت پر "(یعنی ان کے دین پہ)۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ ؓ کی وفات:

جناب ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد (بعض مورخین نے چھ ماہ بعد وفات کو ترجیح دی ہے) ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ ؓ بھی رحلت فرما گئیں۔ اس وقت وہ ۶۵ برس کی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنی عمر کے پچاسویں برس میں تھے۔ سیدہ

خدیجہؓ اپنی جان ومال سے آپ ﷺ کی خیر خواہی وغمگساری کرتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا: جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں، جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی، جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ دی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ خَمْسِينَ وَرُبْعٍ أَسْلَمَا جِنُّ نَصِيبِينَ وعَادُوا فَاعْلَمَا

پچاس برس اور تین ماہ کے بعد

جناتِ نصیبین ایمان لائے اور واپس گئے، جان لیں

نصیبین کے جنوں کا واقعہ:

آپ ﷺ جب پچاس ۵۰ سال اور تین ماہ کے ہوئے تو نصیبین علاقے (ترکی میں ایک جگہ) کے جنوں کا واقعہ پیش آیا۔ سفر طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مکہ کی راہ پر مزید پیش قدمی فرمائی اور وادی نخلہ میں جافروکش ہوئے۔ وادیٔ نخلہ میں آپ ﷺ کا قیام چند دن رہا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس جنوں کی ایک جماعت بھیجی۔ یہ جن آپ کے پاس فجر کے وقت آئے جب آپ ﷺ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور واپس اپنے علاقے کی طرف لوٹ گئے اور دعوت وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجن میں کیا ہے؛

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾

[الجن: 1-2]

(آپ ﷺ) کہہ دیں: میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور باہم کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کر سکتے)۔ (پندرہویں آیت تک)

جنوں کی یہ آمد پہلی بار ہوئی تھی اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد ان کی آمد ورفت ہوتی رہی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ عَلَى سَوْدَةَ أَمْضَى عَقْدَهْ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ كَانَ بَعْدَهْ
عَقْدُ ابْنَةِ الصِّدِّيقِ فِي شَوَّالِ، وَبَعْدَ خَمْسِينَ وَعَامٍ تَالِ
أُسْرِيْ بِهِ وَالصَّلَوَاتُ فُرِضَتْ خَمْسًا بِخَمْسِينَ كَمَا قَدْ حُفِظَتْ

پھر آپ ﷺ نے سیدہ سودہؓ سے نکاح

رمضان میں، اور اس کے بعد

سیدنا صدیقؓ اکبر کی بیٹی سے نکاح شوال میں ہوا

اور پچاس سال اور ایک سال کے بعد (یعنی ۵۱ سال کی عمر میں)

آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی اور نمازیں فرض ہوئیں

پانچ وقت کی نمازیں، پچاس (نمازوں) کے اجر کے ساتھ، جیسا کہ روایت میں ہے

ام المؤمنین سیدہ سودہؓ سے نکاح:

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کو رمضان کے مہینے میں ذکر کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی۔ یہ ابتدائی دور میں مسلمان ہو گئی تھیں اور دوسری ہجرتِ حبشہ کے موقع پر ہجرت بھی کی تھی۔ ان کے شوہر کا نام سکرانؓ بن عمرو تھا۔ وہ بھی قدیم الاسلام تھے اور سیدہ سودہؓ نے انہی کی رفاقت میں حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی لیکن وہ حبشہ ہی میں، جبکہ بعض مورخین کے مطابق مکہ واپس آکر انتقال کر گئے، اس کے بعد جب سیدہ سودہ کی عدت ختم ہو گئی تو نبی ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام دیا اور پھر شادی ہو گئی۔ یہ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد پہلی بیوی ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے شادی کی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہؓ سے نکاح:

شوال ۱۱ نبوت میں رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی، پھر ہجرت کے پہلے سال شوال ہی کے مہینہ میں مدینہ کے اندر ان کی رخصتی ہوئی اور اس وقت ان کی عمر نو برس تھی۔ اسی لئے ام المومنین عائشہؓ شوال میں نکاح کو مستحب جانتی تھیں۔

آپکے چند فضائل:

1- آپ ازواج مطہرات میں سے واحد کنواری بیوی تھیں۔
2- آپ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔
3- آپکا نکاح خصوصی اللہ کے حکم سے عمل میں آیا جو آپ ﷺ کو خواب کے ذریعہ بتایا گیا تھا۔
4- آپکے فراش پر نبی ﷺ کی وفات ہوئی۔
5- آپ سب سے افضل ترین خواتین میں سے ایک ہیں۔
6- آپکا حجرہ وحی کے نزول کی جگہ تھی۔
7- اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپکی پاک دامنی کی گواہی دی۔

آپ علی الاطلاق عورتوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں۔

اسراء و معراج اور نماز کی فرضیت:

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کو نبوت کے گیارویں سال میں ذکر کیا ہے (یعنی ہجرت سے دو سال قبل)۔ اس واقعہ سے پہلے آپ ﷺ کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑھا جیسے سفر طائف، شعب ابی طالب، چچا ابو طالب کی وفات اور اس کے بعد ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کی وفات جس کے بعد آپ ﷺ کی دل جوئی کے لئے اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آپ کے جسم مبارک سمیت بُراق پر سوار کر کے سیدنا جبرئیلؑ کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی پھر آپ ﷺ نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کی

امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور بُراق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔ اسی رات آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمان دنیا تک لے جایا گیا اور سات آسمانوں کی سیر کرائی گئی جہاں آپ کی انبیا علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔

پھر آپ کو اللہ جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ جس کے بعد سیدنا موسیٰؑ کے بار بار کہنے پر آپ ﷺ نے اللہ سے ان نمازوں کو کم کرایا یہاں تک کے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔

اس دفعہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شق صدر سینہ چاک کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اور یہ دوسری باری تھی (کچھ مورخین تیسری باری کا بھی ذکر کرتے ہیں جس میں بعثت کے وقت بھی اس طرح کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے)۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَالْبَيْعَـةُ الْأُولَى مَعَ اثْنَيْ عَشَــرَا   مِنْ أَهْـلِ طَيْبَـةَ كَمَـا قَـدْ ذُكِرَا

پہلی بیعت بارہ (افراد) کے ساتھ ہوئی

جو اہلِ طیبہ (مدینہ) میں سے تھے، جیسا کہ ذکر کیا گیا

پہلی بیعتِ عقبہ:

آپ ﷺ ہجرت سے قبل کے آخری سالوں میں حج کے زمانہ میں جب اشخاص و قبائل سے ملتے تو ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے۔ اسی دعوت کے چلتے نبوت کے گیارہویں سال موسم حج میں یثرب کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ اپنی قوم میں جا کر آپ ﷺ کی رسالت کی تبلیغ کریں گے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال موسمِ حج آیا تو دوبارہ یہ چھ آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سیدنا جابر بن عبد اللہ بن رئابؓ کو چھوڑ کر باقی پانچ وہی تھے جو پچھلے سال بھی آ چکے تھے اور ان کے علاوہ سات آدمی نئے تھے جن کے نام یہ ہیں:

1. معاذؓ بن الحارث، ابن عفراء قبیلہ بنی النجار (خزرج)
2. ذکوانؓ بن عبد القیس، قبیلہ بنی زریق (خزرج)
3. عبادہؓ بن صامت، قبیلہ بنی غنم (خزرج)
4. یزیدؓ بن ثعلبہ، قبیلہ بنی غنم کے حلیف (خزرج)
5. عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ، قبیلہ بنی سالم (خزرج)
6. ابو الہیثمؓ بن التیہان، قبیلہ بنی عبد الاشہل (اوس)
7. عویمؓ بن ساعدہ، قبیلہ بنی عمرو بن عوف (اوس)
8. اسعدؓ بن زُرَارہ، قبیلہ بنی النّجار (خزرج)
9. عوفؓ بن حارث بن رفاعہ (ابن عَفْراء) (خزرج)
10. رافعؓ بن مالک بن عجلان، قبیلہ بنی زُریق (خزرج)
11. قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ، قبیلہ بنی سلمہ (خزرج)
12. عقبہؓ بن عامر نابی، قبیلہ بنی حرام بن کعب (خزرج)

ان لوگوں نے رسول اللہ سے منی میں عقبہ کے پاس ملاقات کی اور آپ ﷺ سے چند باتوں پر بیعت کی یہ باتیں وہی تھیں جن پر آئندہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ کے وقت عورتوں سے بیعت لی گئی۔

عَقَبہ کی اس بیعت کی تفصیل صحیح بخاری میں سیدنا عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروگے، چوری نہ کروگے، زنا نہ کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے۔ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ لاؤگے اور کسی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کروگے۔ جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا پھر اسے دنیا ہی میں اس کی سزا دے دی جائے گی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا پھر اللہ اس پر پردہ ڈال دے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ چاہے گا تو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔ سیدنا عبادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔ (صحیح البخاری: ٦٨٠١)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ ثِنْتَيْنِ وَخَمْسِينَ أَتَى سَبْعُونَ فِي الْمَوْسِمِ هَذَا ثَبَتَا
مِنْ طَيْبَةٍ فَبَايَعُوا ثُمَّ هَجَرْ مَكَّةَ يَوْمَ اثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ صَفَرْ

اور (نبی ﷺ) کی عمر کے ۵۲ سال آئے

ستر افراد حج کے موسم میں آئے، یہ بات ثابت ہے

وہ طیبہ (مدینہ) سے تھے، بیعت کی اور پھر ہجرت ہوئی

مکہ سے پیر کے دن، صفر کے مہینے میں ہوئی

دوسری بیعت عقبہ:

نبوت کے تیرہویں سال یثرب (مدینہ) کے ستر سے زیادہ مسلمان فریضہِ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ تشریف لائے۔ یہ مکہ کے راستے ہی میں تھے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو یوں ہی مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوفزدہ کیے جاتے چھوڑے رکھیں گے؟ کافی بات چیت کے بعد آخر کار اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ دونوں فریق منیٰ میں جمرہ اولیٰ، یعنی جمرہ عقبہ کے پاس جو گھاٹی ہے اسی میں جمع ہوں اور یہ اجتماع رات کی تاریکی میں بالکل خفیہ طریقے پر ہو۔

سب گھاٹی میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے اور آخر وہ لمحہ آ ہی گیا جب آپ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباسؓ بن عبد المطلب بھی تھے۔ وہ اگرچہ ابھی تک اپنی قوم کے دین پر تھے مگر چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے معاملہ میں موجود رہیں اور ان کے معاملے میں کوئی پختہ عہد و پیمان کر لیں جس پہ ان کو اطمینان ہو جائے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تلاوت، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف دعوت اور اسلام کی ترغیب دینے کے بعد فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس پر سیدنا براءؓ بن معرور نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہاں اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی

برحق بنا کر بھیجا ہے! ہم یقیناً اس چیز سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، لہذا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم سے بیعت لیجئے۔ ہم اللہ کی قسم! جنگ کے بیٹے ہیں اور ہتھیار ہمارا کھلونا ہے۔ ہماری یہی ریت باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔ سیدنا کعبؓ کہتے ہیں کہ سیدنا براءؓ رسول اللہ ﷺ سے بات کر ہی رہے تھے کہ ابوالہیثمؓ بن تیہان نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے اور کچھ لوگوں یعنی یہود کے درمیان عہد وپیمان کی رسیاں ہیں اور اب ہم ان رسیوں کو کاٹنے والے ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ ہم ایسا کر ڈالیں پھر اللہ آپ ﷺ کو غلبہ و ظہور عطا فرمائے تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف پلٹ آئیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، پھر فرمایا: (نہیں) بلکہ آپ لوگوں کا خون میرا خون اور آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں آپ سے ہوں اور آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس سے آپ صلح کریں گے اس سے میں صلح کروں گا۔

اس بیعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ اسی لئے جو شخص ان سے محبت کرے اس سے اللہ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا معلوم ہوا کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان سے دشمنی رکھنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے۔

ہجرتِ طیبہ

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَجَاءَ طَيْبَةَ الرِّضَا يَقِينَا إِذْ كَمَّلَ الثَّلَاثَ وَالْخَمْسِينَا

فِي يَوْمِ الاِثْنَيْنِ وَدَامَ فِيهَا عَشْرَ سِنِينَ كَمَلَتْ نَحْكِيهَا

پھر یقینی طور پر طیبہ (مدینہ) میں آپ ﷺ تشریف لائے

جب آپ ﷺ کی عمر ۵۳ سال مکمل ہو گئی

پیر کے دن، اور وہیں قیام فرمایا

دس سال مکمل مدینہ میں گزارے، ہم اسے بیان کرتے ہیں

ہجرت کی اجازت:

تیرہویں سال بیعتِ عقبہ الکبری کے دو ماہ بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھے تمہارا مقامِ ہجرت دکھلایا گیا ہے۔ یہ لاوے کے دو پہاڑوں کے درمیان واقع ایک نخلستانی علاقہ ہے۔ جس کے بعد لوگوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ عام مہاجرینِ حبشہ بھی مدینہ ہی آ گئے۔

دوسری جانب مشرکین نے بھی ان کی روانگی میں رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کر دیں۔ کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس میں خطرات مضمر ہیں۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ تیار ہو کر نکل گئے اور بال بچوں اور مال و دولت کو لاد پھاند کر اوس و خزرج کے علاقے میں جا پہنچے تو ان میں بڑا کہرام مچا۔ قریش نے آپ ﷺ کی قتل کی سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی (اس سے قبل آپ ﷺ کو اجازت نہیں ملی تھی ہجرت کرنے کی)۔

اس وقت مکہ میں نبی ﷺ، سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا علیؓ کے علاوہ ایک بھی مسلمان باقی نہ رہا۔ یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کے حسب ارشاد رکے ہوئے تھے، البتہ کچھ ایسے مسلمان ضرور رہ گئے تھے جنہیں مشرکین نے زبردستی روک رکھا تھا۔

ہجرت میں چار لوگ تھے:

1. ابو بکر صدیقؓ
2. عامر بن فہیرۃ (ابو بکر صدیق کے غلام)۔
3. عبد اللہ بن اُریقط (راستوں کا ماہر تھا اور مسلمان نہ تھا)۔
4. اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ اور سیدنا عبد اللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پانچ واقعات ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن پیش آئے:

1. آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت۔
2. آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت۔
3. معراج کا واقعہ۔ (مشہور قول کے مطابق)
4. آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجرت۔
5. آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات۔

مدینہ میں رسول مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد:

ہجرت کر کے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ میں داخل ہوئے تو وہاں صرف یہود کے قبائل تھے اور انصار کے قبائل ہی آباد تھے۔

یہود کے مشہور قبائل یہ تھے:

1- **بنو قینقاع:** خزرج کے حلیف تھے اور مدینہ کے اندر آباد تھے۔

2- **بنو نضیر:** اوس کے حلیف تھے اور مدینہ سے باہر آباد تھے۔

3- **بنو قریظہ:** اوس کے حلیف تھے اور مدینہ سے باہر آباد تھے۔

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد سے قبل مدینہ میں باقاعدہ کوئی حکومت قائم نہیں تھی بلکہ وہاں خانہ جنگی تھی۔ لیکن پھر ہوا یوں کہ انہوں نے عبد اللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) کو جنگ بعاث کے بعد اپنا سربراہ بنانے پر اوس و خزرج نے اتفاق کر لیا تھا حالانکہ اس سے قبل دونوں فریق کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوئے تھے لیکن اب اس کے لیے مونگوں کا تاج تیار کیا جا رہا

تھا تا کہ اس کے سر پر تاج شاہی رکھ کر اس کی با قاعدہ بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے، یعنی یہ شخص مدینے کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی آمد ہو گئی اور لوگوں کا رخ اس کے بجائے آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔

☆☆☆ ☆☆☆

پہلی ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

أَكْمَلَ فِي الْأُولَى صَلَاةَ الْحَضَرِ مِنْ بَعْدِ مَا جَمَّعَ فَاسْمَعْ خَبَرِي

پہلے سال میں حضر کی نماز مکمل کر دی گئی

جب نبی ﷺ نے جمعہ کی نماز قائم کی، سو میری بات سنو

حضر نمازوں کی تکمیل:

ہجرت کے بعد نماز ظہر، عصر اور عشاء میں اضافہ کا حکم آگیا۔ اس سے پہلے نمازیں دو دو رکعات تھیں۔ جس طرح ام المؤمنین عائشہؓ سے مروی ہے کہ نماز دو دو رکعت فرض کی گئی پھر سفر کی نماز (دو رکعت) بر قرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ بَنَى الْمَسْجِدَ فِي قُبَاءِ وَمَسْجِدَ الْمَدِينَةِ الْغَرَّاءِ

ثُمَّ بَنَى مِنْ حَوْلِهِ مَسَاكِنَهْ ثُمَّ أَتَى مِنْ بَعْدُ فِي هَذِي السَّنَةْ

پھر قُباء میں مسجد بنائی

اور مدینہ کی نورانی مسجد (مسجد نبوی)

پھر آپ ﷺ نے اس کے آس پاس اپنی رہائشیں بنائیں

اور اسی سال بعد میں (کچھ لوگ) آئے

قباء میں تشریف آوری:

سیدنا عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مسلمانانِ مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سنی تھی۔ اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرہ کی طرف نکل جاتے تھے اور آپ ﷺ کی راہ تکتے رہتے۔ جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس پلٹ آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد واپس پلٹ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس تشریف لا رہے ہیں۔ یوں معلوم پڑتا تھا کہ گویا چاندنی چھٹک رہی ہو۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا: عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب، جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ اور ہتھیار سے سج دھج کر استقبال کے لیے امنڈ پڑے اور حرہ کی پشت پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی بنو عمرو بن عوف (ساکنان قباء) میں شور بلند ہوا اور تکبیر سنی گئی۔ اس وقت آپ ﷺ پر سکینت چھائی ہوئی تھی اور یہ وحی نازل ہو رہی تھی:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾ [التحريم:]

(بلاشبہ اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے آپ کے مددگار ہیں)

سیدنا ابو بکرؓ آنے والوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ انصار کے جو لوگ آتے تھے، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا وہ سیدھے جناب ابو بکرؓ کو سلام کرتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آ گئی اور ابو بکرؓ نے احتراماً چادر تان کر آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قباء میں سیدنا کلثومؓ بن ہدم کے گھر میں قیام کیا۔ اسی دوران مسجد قباء کی بنیاد رکھی، اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ جمعہ کو آپ ﷺ حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے بنو نجار کو (جو آپ ﷺ کے ننھیال کا قبیلہ تھا) اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلوار حمائل کیے حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی معیت میں مدینہ کا رخ کیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے، کل ایک سو آدمی تھے۔

مسجد قباء کے چند فضائل:

۱۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے۔

۲۔ یہ مسجد تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی۔

۳۔ جو گھر سے وضوء کر کے آئے اور دو رکعات نماز ادا کرے اسے عمرے کا اجر ملتا ہے۔

۴۔ اللہ کو ان قباء والوں کا یہ عمل پسند آیا جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے:

﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [التوبہ : ۱۰۸]

(یعنی اس میں آنے والے ایسے لوگ ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ بالکل پاک ہو جائیں اور اللہ کامل پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

یہ آیت اہل قباء کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ پانی سے استنجاء کیا کرتے ہیں۔

مسجد نبوی کی طرف:

جمعہ کے بعد نبی ﷺ مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ کی اونٹنی قصواء اللہ کی طرف سے مامور تھی چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبوی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نیچے تشریف لائے۔ یہ آپ کے ننھیال والوں یعنی بنو نجار کا محلہ تھا اور یہ اونٹنی کے لیے محض توفیق الٰہی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ ننھیال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنو نجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے منت سماجت شروع کی لیکن سیدنا ابو ایوب انصاریؓ نے لپک کر کجاوہ اٹھا لیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ ادھر سیدنا اسعد بن زرارہؓ نے آکر اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ چنانچہ یہ اونٹنی انھی کے پاس رہی۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

اس کے بعد نبی ﷺ کا پہلا اقدام یہ تھا کہ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے سہل اور سہیل تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفس نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ آپ ﷺ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے:

اللهم لا عيش إلا عيش الآخرة   فاغفر للأنصار والمهاجرة

(اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس انصار و مہاجرین کو بخش دے)

مسجدِ نبوی کے چند فضائل:

1- اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔
2- اس میں جنت کا ٹکڑا ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے ریاض الجنۃ قرار دیا۔
3- یہ مسجد بھی تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی تھی۔

آپ ﷺ نے تین مساجد کی تعمیر میں آز خود شرکت کی:

1- مسجد الحرام (بعثت سے قبل)۔
2- مسجد قباء۔
3- مسجد نبوی ﷺ۔

ازواجِ مطہرات کے حجرے:

آپ ﷺ نے مسجد کے ایک جانب چند مکانات بھی تعمیر کیے جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کے تنوں کی کڑیاں دے کر کھجور کی شاخ اور پتوں سے بنائی گئی تھی۔ یہی آپ ﷺ کے ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ان حجروں کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کے مکان سے یہیں منتقل ہو گئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

أَقَلُّ مِنْ نِصْـــفِ الَّذِينَ سَـــافَرُوا   إِلَى بِـلاَدِ الْحُـبْـشِ حِـينَ هَـاجَـرُوا

وہ لوگ جو حبشہ گئے تھے، ان کے آدھے سے بھی کم
جب وہ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے

مہاجرین حبشہ کی واپسی:

جو صحابہ دوسری ہجرت حبشہ میں شریک تھے (کل ۱۰۱) افراد تھے ان میں سے تقریباً آدھے مدینہ کی طرف آ گئے جب ان کو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مدینہ ہجرت کی خبر ملی۔ جن میں صحابی رسول سیدنا عبد اللہؓ بن مسعود بھی شامل تھے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَفِيهِ آخَى أَشْرَفُ الْأَخْيَارِ   بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

اسی سال افضل ترین نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھائی چارہ قائم کیا
جو کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان تھا

صحابہ میں بھائی چارہ:

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سیدنا انس بن مالکؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غم خوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبتی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الانفال :]

(نسبتی قرابتدار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں)۔(یعنی وراثت میں)

تو انصار و مہاجرین میں باہمی وراثت کی وصیت کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ اللہ تعالی نے انصار کی اس دریادلی کو قرآن میں ذکر کیا:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [الحشر : ۹]

(جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لا کر دارالہجرۃ میں مقیم ہیں یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے۔ اس کی کوئی حاجت اپنے دلوں میں نہیں پاتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ اپنی جگہ ضرورت مند ہوتے ہیں)

مہاجرین نے بھی اسے موقعہ دیکھ کر فائدہ سمیٹنا نہیں چاہا بلکہ ضرورت کے مطابق لیا اور اس پر خوب محنت کی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ بَنَى بِابْنَةِ خَيْرِ صَحْبِهِ وَشَرَعَ الْأَذَانَ فَاقْتَدِ بِهِ

پھر آپ ﷺ نے اپنے سب سے اچھے صحابی (ابو بکرؓ) کی بیٹی سے رخصتی فرمائی

اور اذان کا حکم دیا، پس اس کی پیروی کرو

ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی رخصتی:

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب مجھ سے شادی کی تو میری والدہ (ام رومانؓ بنت عامر) میرے پاس آئیں اور مجھے نبی کریم ﷺ کے گھر کے اندر لے گئیں۔ گھر کے اندر قبیلہ انصار کی عورتیں موجود تھیں۔ انہوں نے مجھ کو اور میری والدہ کو یوں دعا دی ''بارك وبارك الله'' اللہ کرے تم اچھی ہو تمہارا نصیب اچھا ہو)۔

اذان کی مشروعیت:

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب مسلمان مدینہ آئے تو وہ جمع ہو جاتے اور نمازوں کے اوقات کا انتظار کرتے، کوئی اس کا اعلان نہیں کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی تو کچھ نے کہا: کیوں نا عیسائیوں کے گھنٹے کے مانند ایک گھنٹا لے لو اور بعض نے کہا یہود کے قرن (سینگ نما شکل کا آلہ) جیسا قرن البتہ سیدنا عمرؓ نے کہا تم ایک آدمی ہی کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔ اور آپ نے سیدنا بلالؓ کو بآواز بلند "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" کہنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد سیدنا عبد اللہ بن زیدؓ نے خواب میں اذان کے کلمات کسی سے سیکھے اور جا کر خواب بیان کیا، اسی کے بعد موجودہ اذان رائج ہوئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَغَزْوَةُ الْأَبْوَاءِ بَعْدُ فِي صَفَرْ هَذَا وَفِي الثَّانِيَةِ الْغَزْوُ اشْتَهَرْ

اور صفر میں غزوۂ ابواء پیش آیا
اور دوسرے سال غزوات شروع ہو گئے

غزوہ ابواء:

قیام مدینہ کے بعد یہ پہلی فوجی مہم تھی جس میں رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود تشریف لے گئے تھے۔ غزوہ ابواء کے اس مہم میں ستر مہاجرین تھے اور مدینے میں سیدنا سعد بن عبادہؓ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ مہم قریش کے ایک قافلے کی راہ روکنا تھا۔ آپ ﷺ نکلے اور علاقہ ودان تک پہنچے لیکن کوئی معاملہ پیش نہ آیا، پندرہ دن مدینہ سے باہر گزار کر واپس آئے۔ اس مہم کے پرچم کا رنگ سفید تھا اور سیدنا حمزہؓ علمبردار تھے۔ اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے بنو ضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ شروع کے وقت میں آپ ﷺ صرف مہاجرین کو لے جایا کرتے تھے کیونکہ انصار سے بیعت اندرونِ مدینہ

میں حفاظت کی ہوئی تھی مدینہ سے باہر کی نہیں۔ اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ انصار کی تکریم کیا کرتے تھے۔ جنگ بدر الکبریٰ سے قبل کسی بھی غزوے یا سریا میں لڑنے کی نوبت نہیں آئی البتہ آپ ﷺ جہاں جاتے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کر لیتے۔

اس غزوہ کا صفر مہینے میں ہونے کے باوجود مصنف رحمہ اللہ نے پہلے ہجری کے واقعات میں ذکر کیا ہے جب کہ صفر محرم کے بعد آتا ہے اور اس طرح یہ دوسری ہجری میں ہونا چاہئیے تھا لیکن اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ نے مہینوں کا شمار ربیع الاول سے شروع کیا ہے (ان کی گنتی آپ ﷺ کے ربیع الاول میں مدینہ آمد سے شروع ہوتی ہے)۔

☆☆☆ ☆☆☆

دوسری ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

إِلَى بُــوَاطَ ثُمَّ بَــدْرٍ وَوَجَــبْ   تَحَوُّلُ الْقِبْلَـةِ فِي نِصْــفِ رَجَبْ

بُواط، پھر بدر کی طرف روانگی ہوئی اور فرض ہوا

رجب کے مہینے کے نصف میں قبلہ تبدیل کرنا

غزوہ بواط / اوطاس:

اس مہم میں رسول اللہ ﷺ دوسو ۲۰۰ صحابہ کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جس میں امیہ بن خلف سمیت قریش کے ایک سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔ آپ ﷺ رضوی کے اطراف میں مقام بواط تک تشریف لے گئے لیکن کوئی معاملہ پیش نہ آیا۔ اس غزوہ کے دوران سیدنا سعد بن معاذؓ کو مدینے کا امیر بنایا گیا تھا۔ پرچم سفید تھا علمبر دار سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔

غزوہ بدر الاولیٰ الصغری:

اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ کرز بن جابر فہری نے مشرکین کی ایک مختصر سی فوج کے ساتھ مدینے کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور کچھ مویشی لوٹ لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ستر ۷۰ صحابہ کے ہمراہ اس کا تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں واقع وادی سفوان تک تشریف لے گئے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اس غزوہ کے دوران مدینے کی امارت سیدنا زید بن حارثہؓ کو سونپی گئی تھی۔ علم سفید تھا اور علمبر دار سیدنا علیؓ تھے۔

تحویلِ قبلہ:

جب نبی ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آکر نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی اور آپ دعا بھی کرتے تھے اور بار بار آسمان کی طرف بھی دیکھتے تھے کہ کب کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم آتا ہے۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئی:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة:]

(ہم دیکھ رہے کہ آپکا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے، اس لیے ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پس آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے)

یہ آیت نازل ہوئی تو مکہ کی طرف آپ ﷺ نے منہ پھیرا۔ اس پر یہود منافقین اور مشرکین سبھی نے اعتراضات شروع کر دیے کہ اگر وہ پہلا قبلہ درست تھا تو اسے بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ساری مخالفتوں کا ایک ہی جواب دیا کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے۔ تابعی جلیل سعید بن مسیب سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ تحویلِ قبلہ کا واقعہ جنگ بدر سے دو ماہ قبل ہوا۔ تحویلِ قبلہ کا یہ حکم نماز عصر کے وقت آیا اور عصر کی نماز خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

مِنْ بَعْدِ ذَا الْعُشَيْرُ يَا إِخْوَانِي وَفَرْضُ شَهْرِ الصَّوْمِ فِي شَعْبَانِ

ذو العُشیرہ کے بعد، اے بھائیو!

اور شعبان میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔

غزوہ ذی العشیرہ:

اس مہم میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ڈیڑھ سو ۱۵۰ مہاجرین تھے۔ مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جو ملکِ شام جارہا تھا اور اس قافلے میں خاصا مال تھا۔ لیکن آپ ﷺ کے پہنچنے سے کئی دن پہلے ہی قافلہ جا چکا تھا۔ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے بنو مدلج سے عدمِ جنگ کا معاہدہ کیا۔

ایام سفر میں مدینہ کی سربراہی کا کام سیدنا ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومیؓ نے انجام دیا۔ اس دفعہ بھی پرچم سفید تھا اور علمبردار سیدنا حمزہؓ تھے۔

روزوں کی فرضیت:

دوسری ہجری شعبان کے مہینے میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة : ۱۸۳]

(اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ ان پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسے گذشتہ قوموں پر فرض تھے اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ نے نو (۹) برس رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔

روزوں کی فرضیت کے چار مراحل ہیں:

1. سب سے پہلے مرحلے میں صرف عاشورہ کا روزہ اور ہر مہینے ایام بیض (چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے فرض تھے۔
2. دوسرے مرحلے میں اللہ تعالی نے روزوں کو اختیاری رکھا فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ [البقرة : 184] (اور جنہیں روزے رکھنے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہو، وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں) اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة : 184] (اور روزہ رکھ لینا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو)

3. تیسرے مرحلے میں روزوں کی حتمی فرضیت نازل ہوئی (اختیار باقی نہ رہا): ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة : 185] (پس جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے) اس تیسرے مرحلے میں روزے فرض تو کئے گئے لیکن یہ اہل کتاب کے روزوں کی طرح تھے کہ جس میں اگر غروب آفتاب کے بعد وہ شخص سو جاتا تو اگلے دن غروب آفتاب تک اس پر کھانے پینے کی پابندی رہتی۔
4. چوتھے مرحلے میں اللہ تعالی نے اس مشقت کو ختم کر دیا اور غروب آفتاب کے بعد رخصت دے دی جو تا قیامت اسی طرح باقی رہے گی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں سیدنا عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إنَّ فصلَ ما بين صيامِنا وصيامِ أهلِ الكتابِ ، أكلةُ السَّحورِ (ہمارے اور اہل کتاب کے صیام میں جو فرق ہے، (وہ ہے سحری کھانا)۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۰)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَالْغَزْوَةِ الْكُبْرَى الَّتِي بِبَدْرِ ۞ فِي الصَّوْمِ فِي سَابِعِ عَشْرِ الشَّهْرِ

اور بدر الکبریٰ کا غزوہ پیش آیا

یہ رمضان کی سترہویں تاریخ کو ہوا

غزوۃ البدر الکبریٰ:

بدر سے پہلے آپ ﷺ ان چار غزوات میں تشریف لے گئے تھے:

1. غزوۃ الابواء۔
2. غزوۃ بواط۔
3. غزوۃ بدر الاولیٰ۔
4. غزوۃ ذی العشیرۃ۔

غزوہ ذی العشیرہ والا قافلہ جب شام سے پلٹ کر مکہ واپس آنے والا تھا تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا طلحہؓ بن عبید اللہ اور سیدنا سعیدؓ بن زید کو اس کے حالات کا پتا لگانے کے لئے بھیجا۔ جب ابو سفیان قافلہ لے کر وہاں سے گزرے تو یہ نہایت تیز رفتاری سے مدینہ پلٹے اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔

اس قافلے میں اہل مکہ کا بہت زیادہ مال اور سرمایہ تھا، یعنی ایک ہزار اونٹ تھے جن پر کم از کم پچاس ہزار دینار (دو سو باسٹھ کلو سونے سے زائد ۲۶۲۔۵ کلو گرام) مالیت کا سازوسامان لادا ہوا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے صرف چالیس آدمی تھے۔

قریش کو بھی اطلاع مل گئی تھی کہ مسلمان حملہ کرنے والے ہیں اور طرفین کی جانب سے حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں، جوں ہی حالات خون ریز ٹکراؤ کے لئے آمادہ ہوئے چلے تو نبی کریم ﷺ نے ایک مجلس شوری کا اجلاس منعقد کیا۔ رسول اللہ ﷺ ان سے مشورہ چاہتے تھے، سیدنا ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور کچھ باتیں کیں اس کے بعد سیدنا عمرؓ اور اس کے بعد سیدنا مقداد بن عمروؓ، رسول اللہ نے ان کے حق میں کلمہ خیر ارشاد فرمایا اور دعا دی۔ لیکن یہ تینوں کمانڈر مہاجرین سے تھے جن کی تعداد لشکر میں کم تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ انصار کی رائے معلوم کریں چنانچہ سیدنا سعد بن معاذؓ نے عرض کیا کہ واللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: ہم تو آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں، آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں ساتھ لے کر اس سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ سیدنا سعد بن معاذؓ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ ﷺ پر نشاط طاری ہو گئی۔

سیدنا عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ جب بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا وہ ایک ہزار تھے اور آپ ﷺ کے ساتھی تین سو انیس (مشہور ۳۱۳ کا قول ہے) آدمی تھے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے قبلے کی طرف رخ کر کے ہاتھ پھیلا دیے اور اپنے رب سے بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ مجھ سے پورا کر۔ اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ اپنے رب سے بلند آواز سے فریاد کرتے رہے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر کندھوں سے گر گئی تو ابو بکرؓ آپ کے پاس آئے، آپ کی چادر پکڑی، اسے آپ کے کندھوں پر ڈالا، پھر پیچھے سے آپ سے چمٹ گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ

ﷺ کا اپنے رب کو قسم دینا آپ کے لیے کافی ہے، کیونکہ یقیناً وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ [الانفال:]

(جب تم لوگ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری سن لی)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔

فریقین کے مابین زوردار جنگ ہوئی لیکن یہ معرکہ مشرکین کی شکست فاش اور مسلمانوں کی فتح مبین پر ختم ہوا۔ اس میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے، لیکن مشرکین کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید کیے گئے جو عموماً، قائد، سردار اور بڑے بڑے سربراہ حضرات تھے۔

اسی روز نبی ﷺ کے حکم سے قریش کے چوبیس بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے ایک گندے خبیث کنویں میں پھینک دی گئیں۔

اس دن کو قرآن میں "یوم الفرقان" بھی کہا گیا کہ یہ کفر اور اسلام کے مابین فرق کرنے والا دن تھا۔

اب چونکہ یہ مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی تو جنگ کے بعد قیدیوں کے مسئلہ میں اختلاف ہوا سیدنا عمرؓ نے کہا سب قیدیوں کو اپنے قرابت داروں کے حوالے کیا جائے اور وہ خود انکی گردنیں اڑھادیں۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فدیہ لے کر آزاد کرنے کو اختیار کیا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکرؓ کی رائے کے مطابق معاملہ طے ہو چکا تھا، اس لیے مشرکین سے فدیہ لیا گیا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سیدنا ابو بکرؓ کی بات پسند آئی اور میری نہیں۔ لیکن اگلے ہی دن اللہ تعالی نے سیدنا عمر کی موافقت میں قرآن کی آیات نازل کر دی۔

فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [الانفال: 67]

(نبی کے لیے مناسب نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی ہوتے قبل اس کے کہ وہ زمین میں کافروں کا خوب قتل کر لیتے تم لوگ دنیاوی فائدہ چاہتے تھے، اور اللہ تمہارے لیے آخرت کی بھلائی چاہتا تھا، اور اللہ زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَوَجَبَتْ فِيهِ زَكَاةُ الْفِطْرِ مِنْ بَعْدِ بَدْرٍ بِلَيَالٍ عَشْرِ
وَفِي زَكَاةِ الْمَالِ خُلْفٌ فَادْرِ وَمَاتَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ الْبَرِّ
رُقَيَّةٌ قَبْلَ رُجُوعِ السَّفْرِ زَوْجَةُ عُثْمَانَ وعُرْسُ الطُّهْرِ
فَاطِمَةٍ عَلَى عَلِيِّ الْقَدْرِ وَأَسْلَمَ الْعَبَّاسُ بَعْدَ الأَسْرِ

اسی مہینے میں زکوۃ الفطر (صدقہ فطر یا فطرانہ) فرض کی گئی

بدر کی جنگ کے دس دن بعد یہ فرض ہوئی

مال کی زکوۃ کے بارے میں اختلاف موجود ہے، اسے جان لو

نبی کریم ﷺ کی نیک بیٹی کا انتقال ہوا

یہ سیدہ رقیہؓ تھیں، جو سفر سے واپسی سے پہلے وفات پا گئیں

جو سیدنا عثمانؓ کی زوجہ تھیں، اور پاکیزہ نکاح تھا

اسی دوران سیدہ فاطمہؓ کا نکاح سیدنا علیؓ سے ہوا

سیدنا عباسؓ قید کے بعد مسلمان ہو گئے

زکاۃ الفطر کی فرضیت:

بدر کے ٹھیک دس دن کے بعد صدقۂ فطر فرض کیا گیا اور زکوۃ کے مختلف اعتبار سے نصاب کی تفصیل کا تعین کیا گیا۔ صدقۂ فطر کی فرضیت اور زکوۃ کے نصاب کی تعین سے اس بوجھ اور مشقت میں بڑی کمی آگئی جس سے فقراء مہاجرین کی ایک بڑی تعداد دوچار تھی۔

بنتِ رسول ﷺ سیدہ رقیہؓ کی وفات:

سیدنا رقیہؓ کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف اور دونوں بار ان کے شوہر سیدنا عثمانؓ ان کے ہمراہ تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد مدینہ میں رقیہؓ کی وفات ہوئی۔

امام ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے، فرمایا: سیدنا عثمان بن عفانؓ اپنی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے باعث غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے، وہ خسرہ کی بیماری میں مبتلا ہوگئی تھیں، سیدنا زید بن حارثہؓ جنگ بدر کی خوشخبری دینے آئے تو سیدنا عثمانؓ سیدہ رقیہؓ کی قبر پر تھے۔

سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح:

بدر سے لوٹنے کے بعد نبی ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے اپنی چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کا نکاح کیا اور انھیں اس بات کا حکم دیا کہ مہر کے طور پر اپنی بیوی کو کچھ دیں تاکہ ان کی دلجوئی کا سامان رہے اور انھیں چاہت اور قدردانی کا احساس ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی کے ترغیب دلانے پر سیدنا علیؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو پاس بٹھالیا۔ سیدنا علیؓ سر جھکائے زمین کو دیکھے جارہے تھے، جس طرح کہ کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کرسکتا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے علی! میرا خیال ہے تم کسی چیز کے خواہش مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کر رہے ہو۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ اس پر سیدنا علی نے اپنا مدعا بیان فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔

نبی کے چچا عباس بن عبد المطلب کا اسلام:

سیدنا عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے محترم چچا قبول اسلام سے پہلے بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تھے، وہ انصار کے بھانجے اس رشتہ سے ہوئے کہ ان کی دادی یعنی عبد المطلب کی والدہ بنو نجار کے قبیلے میں سے تھیں۔ اسی رشتہ کی بنا پر انصار نے ان کا فدیہ

معاف کرنا چاہا۔ مگر بہت سے مصالح کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کا فدیہ پورے طور پر وصول کرو۔ فدیہ کی ادائیگی کے بعد مکہ واپس چلے گئے اور دوبارہ مدینہ ہجرت کر کے اسلام قبول کیا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَقَـيْـنُـقَـاعُ غَـزْوُهُـمْ فِي الْإِثْـرِ   بَعْـدَ ضَـحَـاءِ يَوْمِ عِيـدِ النَّحْرِ

پھر قبیلہ بنی قینقاع کے خلاف جنگ ہوئی

پھر عید الاضحیٰ میں قربانی مشروع کی گئی

غـزوة بني قينقاع:

یہود مدینے کے اندر رہتے تھے اور مسلمانوں کے حالات سے آگاہ تھے، انکی تاریخ غدر وخیانت اور عہد شکنی سے پُر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا تو ان کی سرکشی میں شدت آگئی۔ انہوں نے اپنی شرارتوں، خباثتوں اور لڑانے بھڑکانے کی حرکتوں میں وسعت اختیار کرلی۔

چنانچہ ابن ہشام نے ابو عون سے روایت کی ہے کہ ایک عرب مسلمان خاتون بنو قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور بیچ کر (کسی ضرورت کے لیے ایک سنار کے پاس جو یہودی تھا، بیٹھ گئی)۔ یہود نے اس خاتون کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس سنار نے چپکے سے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا پچھلی طرف باندھ دیا اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب وہ اٹھی اور بے پردہ ہوگئی تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا۔ اس پر ان صحابیہ نے چیخ پکار مچائی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ جواباً یہود نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ جس پر مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہود کے خلاف مسلمانوں سے فریاد کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور یہود بنی قینقاع کے درمیان معاملہ شدت اختیار کر گیا۔

آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بنو قینقاع کا رخ کیا۔ یہود نے آپ ﷺ کو دیکھا تو گڑھیوں میں قلعہ بند ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ان کا سختی سے محاصرہ کر لیا۔ لڑنے کی نوبت نا آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

چنانچہ بنو قینقاع نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی جان ومال، آل واولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہو گا۔ آپ ﷺ کے حکم سے ان سب کو باندھ لیا گیا۔

آپ ﷺ ان کو غدر کے اس قضیے میں قتل کرنے والے تھے لیکن خبیث عبد اللہ بن اُبی نے اپنا منافقانہ کردار ادا کیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سخت اصرار کیا کہ آپ ﷺ ان کے بارے میں معافی کا حکم صادر فرمائیں۔ اس نے بہت ضد کی یہاں تک کے اس منافق نے آپ ﷺ کے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو اور ایسے غضبناک ہوئے کہ لوگوں نے غصے کی پرچھائیاں آپ ﷺ کے چہرے پر دیکھیں۔ لیکن یہ منافق اپنے اصرار پہ قائم رہا بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اس منافق کے ساتھ رعایت کا معاملہ کیا اور اس کی خاطر ان سب کی جان بخشی کر دی البتہ انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے نکل جائیں، اس کے بعد یہ لوگ شام کی طرف چلے گئے۔

قربانی کی مشروعیت:

آپ ﷺ ایک طرف غزوات میں جہاد کر رہے تھے تو دوسری جانب شرعی احکام کے نزول کا سلسلہ بتدریج جاری تھا۔ اسی سلسلے میں قربانی کی مشروعیت بھی اسی سال طے پائی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَاقَ﴾ [الحج :]

(اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعار اللہ مقرر کر دیا ہے، ان میں تمہارے لئے نفع ہے، پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو)

سیدنا عبد اللہ بن بن عمرؓ سے جب پوچھا جاتا قربانی کے حکم کے بارے میں تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے کی اور مسلمانوں نے کی سو تم بھی کرو۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَغَـزْوَةُ السَّــــوِيـقِ ثُمَّ قَـرْقَـرَةْ   وَالْغَزْوُ فِي الثَّـالِثَـةِ الْمُشْــــتَهِرَةْ

پھر غزوہ سویق اور قرقرہ الکدر کی مہم ہوئی
اور ہجرت کے تیسرے سال بھی کثرت سے غزوات ہوئے

غزوہ سویق:

بدر میں شکست کے بعد ابو سفیان نے نذر مان رکھی تھی کہ جنابت کے سبب اس کے سر کو پانی نہ چھو سکے گا یہاں تک کہ محمد ﷺ سے لڑائی کر لے۔ بدر کے بعد ابو سفیان مکہ نہیں گیا بلکہ وہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر بنو نضیر کے ایک شخص سلام بن مشکم کے پاس ٹھہرا جو بنو نضیر کا خزانچی بھی تھا۔ ایک صبح اپنے ساتھیوں سمیت مل کر مدینے کے اطراف میں عریض نامی ایک مقام پر حملہ کر دیا۔ ان خبیثوں نے وہاں ایک انصاری صحابی معبدؓ بن عامر کو شہید کیا اور بھاگ نکلے۔

رسول اللہ ﷺ نے واردات کی خبر ملتے ہی تیز رفتاری سے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کا قرقراء نامی مقام تک تعاقب کیا لیکن وہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بھاگے۔ انہوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو، توشے اور ساز و سامان پھینک دیا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ سویق عربی زبان میں "ستو" کو کہتے ہیں اسی لیے اس غزوے کا نام سویق پڑ گیا۔

غزوہ قرقراء:

کچھ علماء سویق اور قرقراء کو ایک ہی شمار کرتے ہیں اور کچھ نے اس غزوے کو غزوہ بنو سلیم کے تعلق سے ذکر کیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس کو الگ سے ایک غزوہ ذکر کیا ہے۔

☆☆☆ ☆☆☆

تیسری ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

فِي غَـطَـفَـانَ وَبَـنِي سُـلَـيْـمِ ۞ وَأُمُّ كُـلْـثُـومَ ابْـنَـةُ الْـكَـرِيمِ
زَوَّجَ عُـثْـمَـانَ بِهَـا وَخَـصَّـهْ ۞ ثُمَّ تَـزَوَّجَ الـنَّـبِيُّ حَـفْـصَـةْ

غطفان اور بنو سلیم قبیلوں کے خلاف بھی لڑائی ہوئی
نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ ام کلثومؓ
ان کا نکاح بھی سیدنا عثمانؓ سے ہوا، یہ عثمان کی خصوصیت تھی
پھر نبی ﷺ نے سیدہ حفصہؓ سے نکاح فرمایا

غزوہ غطفان:

اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ مدینے کے ذرائع اطلاعات نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع فراہم کی کہ غطفان قبیلے (بنو ثعلبہ اور محارب) کی بہت بڑی جمعیت مدینے پر چھاپہ مارنے کے لیے اکٹھی ہو رہی ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور سوار و پیادہ پر مشتمل ساڑھے چار سو ۴۵۰ صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ ادھر دشمن کو جیش مدینہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ گرد و پیش کی پہاڑیوں میں بکھر گئے لیکن نبی ﷺ نے پیش قدمی جاری رکھی۔

آپ ﷺ نے وہاں بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے اور انہیں مسلمانوں کی طاقت کا احساس دلانے کے لیے تقریباً پورا مہینہ گزار دیا اور اس کے بعد مدینہ تشریف لائے۔

غزوہ بنو سلیم:

مسلمانوں کو خبر ملی کہ بنو سلیم کے لوگ مدینے پر چڑھائی کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں۔ جس کے جواب میں نبی ﷺ نے دوسو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ ان پر خود ان کے اپنے علاقے میں اچانک دھاوا بول دیا۔ بنو سلیم میں اس اچانک حملے سے بھگدڑ مچ گئی اور وہ افرا تفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جس پر لشکر مدینہ نے قبضہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا خمس نکال کر بقیہ مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

اس غزوے میں یسار نامی ایک غلام ہاتھ آیا جسے آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ دیار بنی سلیم میں تین روز قیام فرما کر مدینہ پلٹ آئے۔ (یہ یسار وہی صحابی ہیں جنھیں کچھ لوگوں نے قتل کر دیا تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے انٹوں کا پیشاب پینے کے لئے بھیجا تھا)۔

سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح سیدنا عثمانؓ سے:

آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی ۳ھ میں سیدنا عثمانؓ سے کر دی۔ روئے زمین پر صرف سیدنا عثمانؓ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ایک ہی نبی کی دو بیٹیوں سے انکا نکاح ہوا۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ بنت عمر سے نکاح:

سیدہ حفصہؓ کا پہلا نکاح سیدنا خنیسؓ بن حذافہ سے ہوا اور آپ دونوں حضرات نے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ سیدنا خنیسؓ بدری صحابی تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے سے ہوا۔

آپکے چند فضائل:

1- رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حفصہؓ کو ایک مرتبہ طلاق دی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی اور کہا کہ وہ بہت روزہ رکھنے والی اور بہت نماز پڑھنے والی خاتون ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی زوجہ ہوں گی تو آپ ﷺ رجوع کر لیں۔

2- آپکالقب حارسۃ القرآن تھا۔ ان کے والد عمر کے بعد قرآن کا نسخہ انھی کے پاس رہا۔

3- آپ پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ لکھنا انہوں نے سیدہ شفاءؓ بنت عبد اللہ العدویہ سے سیکھا تھا۔

قال الناظم رحمه الله:

وَزَيْـنَـبًـا ثُمَّ غَـزَا إِلَى أُحُـدْ فِي شَـهْرِ شَـوَّالٍ وَحَمْرَاءِ الْأَسَـدْ

پھر سیدہ زینبؓ سے نکاح ہوا اور بعد میں احد کی طرف غزوہ کیا

یہ شوال کے مہینے میں ہوا، اور حمرا الاسد کا سفر بھی ہوا

ام المؤمنین زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح:

یہ قبیلہ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ مسکینوں پر رحم و مروت اور نرمی اور شفقت کے سبب ان کا لقب "ام المساکین" پڑ گیا تھا۔ ان کے پہلے خاوند سیدنا عبیدہؓ بن حارث جو بدر میں سیدنا علیؓ اور سیدنا حمزہؓ کے ساتھ اترے تھے اور زخمی ہو گئے تھے ان کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر لی مگر صرف کچھ ہی عرصہ نبی ﷺ کے ساتھ رہ سکیں اور ان کی وفات ۴ ہجری میں ہوئی۔

غزوہ احد:

جنگ بدر میں فاش شکست کے بعد قریش نے متفقہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ اس معاملے میں سرداران قریش میں سے عِکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب اور عبد اللہ بن ربیعہ زیادہ پُر جوش تھے اور پیش پیش تھے۔ اس سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ ابوسفیان کا وہ قافلہ جو جنگ بدر کا باعث بنا تھا اور جسے ابوسفیان بچا کر نکال لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس کا سارا مال جنگی اخراجات کے لیے روک لیا گیا۔ قریش نے تیاریاں شروع کیں چنانچہ سال پورا ہوتے ہوتے قریش کی تیاری مکمل ہو گئی۔

سیدنا عباسؓ قریش کی اس ساری نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کر رہے تھے، چنانچہ جوں ہی یہ لشکر حرکت میں آیا سیدنا عباسؓ نے اس کی ساری تفصیلات پر مشتمل ایک خط فوراً نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ فرمادیا۔ آپ ﷺ جھٹ سے مدینہ تشریف لائے اور انصار و مہاجرین کے قائدین سے صلاح و مشورہ کیا، اور جنگ کے لئے آمادگی شروع کر دی۔

مسلمان لشکر نے جمعہ کے دن مدینہ سے احد کی جانب سفر شروع کیا اور جب اگلے دن وقت آیا کہ آپ ﷺ دشمن کے بالکل قریب تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، عبد اللہ بن ابی نے اپنی منافقت کا اظہار کیا اور بغاوت کر دی اور ایک تہائی لشکر، یعنی تین سو افراد کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خواہ مخواہ اپنی جان دیں۔ اس نے اس بات پر بھی احتجاج کا مظاہرہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی اور دوسروں کی بات مان لی اور مدینہ میں مقابلہ کرنے کی بجائے احد میں جا کر لڑائی کرنا مناسب سمجھا ہے۔

منافقین کی ان خباثتوں سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہوئے اور احد کی جانب پیش قدمی جاری رکھی جہاں مشرکین مکہ پہلے سے موجود تھے۔ میدان کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی۔ ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ بھی منتخب کیا جو پچاس مردان جنگی پر مشتمل تھا۔ ان کی کمان سیدنا عبد اللہ بن جبیرؓ کو سپرد کی، اور انہیں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جو بعد میں "جبل رماة" کے نام سے مشہور ہوا؛ تعینات فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سختی سے کسی بھی حال میں جگہ چھوڑنے سے منع کیا۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ایک نہایت تیز تلوار بے نیام کی اور فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے؟ اس پر کئی صحابہ تلوار لینے کے لیے لپک پڑے، جن میں علیؓ، زبیرؓ بن عوام اور عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ لیکن سیدنا ابو دجانہؓ جن کا اصل نام سماک بن خرشہ ہے نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے دشمن کے چہرے کو مارو یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تلوار انہیں دے دی۔

ابو دجانہؓ بڑے جانباز تھے۔ لڑائی کے وقت اکڑ کر چلتے تھے۔ ان کے پاس ایک سرخ پٹی تھی۔ جب اُسے باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے کہ وہ اب موت تک لڑتے رہیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے تلوار لی تو سر پر پٹی بھی باندھ لی اور فریقین کی صفوں

کے درمیان اکڑ کر چلنے لگے۔ یہی موقع تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چال اللہ تعالی کو ناپسند ہے لیکن اس جیسے موقع پر نہیں۔

جیسے لڑائی کا مرحلہ شروع ہوا، جنگ کا پہلا ایندھن مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ عبدری بنا۔ یہ شخص قریش کا نہایت بہادر شہسوار تھا۔ اس کی حد سے بڑی ہوئی شجاعت کے سبب عام صحابہؓ مقابلے سے کترا گئے۔ لیکن سیدنا زبیر بن عوامؓ آگے بڑے اور ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر شیر کی طرح جست لگا کر اونٹ پر جاچڑھے۔ پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر زمین پر کود گئے اور تلوار سے ذبح کر دیا۔

اس جنگ کی ایک طویل داستان ہے جس میں بہت سے ایمان افروز واقعات ہیں۔ اسی جنگ میں نبی ﷺ کے چچا اسد اللہ حمزہ بن عبد المطلبؓ کو شہید کیا گیا ان کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب تھے جنھوں نے اپنی آزادی کی خاطر جبیر بن مطعم کے کہنے پر ایسا کیا۔ اور اسی جنگ میں سفیر اسلام مصعب بن عمیرؓ بھی شہید ہوئے۔ انھی کی شہادت کے بعد یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ آپ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے کافی مشابہ تھے۔ اور اسی دن آپ ﷺ نے خود ابی بن خلف لعنہ اللہ کو قتل کیا تھا۔

اس جنگ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہؓ کے بارے میں فرمایا: جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ اور سیدنا عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیقؓ جب جنگ احد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے کہ یہ جنگ مکمل ہی طلحہ کے لیے تھی۔

یہ جنگ شروع میں مسلمانوں کے حق میں تمام ہوئی لیکن اچانک سے کچھ غلطیوں نے پانسہ پلٹ دیا۔ اور اللہ کو یہی منظور تھا۔ اس جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔

یہ غزوہ مسلمانوں کی تربیت کے لیے تھا اور نتیجے کی چند وجوہات جو علماء نے بتلائی وہ یہ ہیں:

1- ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ [الانفال : 37] (تا کہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے) واقعہ خبیث عبد اللہ ابن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کا (جس میں وہ مسلمانوں سے بغاوت کر کے الگ ہو گئے تھے)۔

2- ﴿أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ [ال عمران :] (پھر کیا اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟) جب آپ ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی۔

3- رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے کام کے علاوہ کوئی کام کروگے تو مشکلوں کا سامنا ہوگا۔(جیسے جبل الرماۃ کا واقعہ)۔

غزوہ حمراء الاسد:

غزوہ احد کے بعد مشرکین نے سوچا کہ میدان جنگ میں اپنا پلہ بھاری رہتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں یقیناً ندامت ہوئی۔ چنانچہ وہ راستے سے پلٹ کر مدینے پر دوبارہ حملہ کرنے کا سوچ رہے تھے۔

آپ ﷺ اس بات کو بھانپ گئے اور جنگ کے اگلے ہی دن اعلان کر دیا کہ دشمن کے مقابلے کے لئے چلنا ہے۔ اور ساتھ انہی لوگوں کو اجازت دی جو غزوہ احد میں تھے۔ جتنے مسلمان تھے اگرچہ زخموں سے چور، غم سے نڈھال، اور اندیشہ وخوف سے دوچار تھے، لیکن سب نے بلا تردد سرِ اطاعت خم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور مدینے سے آٹھ میل دور حمراء الاسد پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔

معبد بن ابی معبد خزاعی جو رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھا انکے اسلام میں اختلاف ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے کہنے پر ابو سفیان کے پاس گئے اور ان کو خوب ڈرایا جس کی وجہ سے ابوسفیان اور لشکرِ مشرکین کا یہ باتیں سن کر حوصلے ٹوٹ گئے، ان پر گھبراہٹ اور رعب طاری ہوگیا۔ لیکن ابوسفیان نے ایک اور بار حملہ کرنے کی پشین گوئی کر دی (جو کہ بدر الموعد کے نام سے مشہور ہے)۔ درحقیقت یہ غزوہ (حمراء الاسد) کوئی مستقل غزوہ نہ تھا بلکہ غزوہ احد ہی کا جزو تھا۔ اور اسی واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احد دراصل مسلمانوں کی شکست نہیں تھی البتہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپس کی نااتفاقی کے باعث ان کو شدید جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَـالْخَمْرُ حُرِّمَـتْ يَقِينًـا فَـاسْمَعَنْ   هَذَا وَفِيهَا وُلِدَ السِّـبْطُ الْحَسَـنْ

اسی زمانے میں شراب یقینا حرام کر دی گئی، سن لو

اور اسی زمانے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے

شراب کی حرمت:

شراب کی حرمت کے تین مراحل ہیں:

1 ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ [البقرة: ۲۱۹]

(لوگ آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت گناہ ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہے)

2 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ [النساء:]

(اے ایمان والو! اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تم نشے کی حالت میں ہو)

3 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ [المائدة: ۰]

(اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر شیطان کی طرف سے گندگی کے کام ہیں ہی ہیں)

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ ..... یہ شراب کے سلسلے میں تیسرا اور آخری حکم ہے، جس کے بعد وہ قطعی حرام قرار دے دی گئی، اس سے پہلے دو حکم آچکے تھے، پہلا حکم سورۃ بقرہ (۲۱۹) میں اور دوسرا سورۃ نساء (۴۳) میں، مگر ان دونوں آیتوں میں قطعی حرمت کا ذکر نہیں تھا، اس لیے سیدنا عمر بن خطابؓ نے سورۃ البقرہ اور سورۃ نساء کی آیات نازل ہونے کے بعد کہا یا اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم فرما۔ آخر صریح حرمت کی یہ آیت تین مزید چیزوں کی حرمت کے ساتھ اتری۔

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے لوگو! شراب حرام ہوئی شراب پانچ چیزوں سے بنا کرتی ہے۔ انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو سے اور جس مشروب سے عقل میں فتور آئے وہ خمر (شراب) ہے۔

سبطِ رسول سیدنا حسن بن علیؓ کی ولادت:

سیدنا حسن بن علی بن ابی طالبؓ کے چند مناقب:

1. آپ اور آپ کے بھائی حسین کے نام اللہ کے حکم سے رکھے گئے۔ چنانچہ پیدا ہوتے ہی آپ دونوں کے نام یہ رکھے گئے تھے: سیدنا حسنؓ کا نام حمزہ اور سیدنا حسینؓ کا نام جعفر۔ (بعض روایتوں میں آتا ہے کہ دونوں کے نام پہلے حرب رکھے گئے تھے)۔
2. سیدنا حسن کا وصف "سید" قرار پایا انھیں یہ لقب ان کے نانا نبی کریم ﷺ نے عطا کیا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: إِنَّ ابْنِيْ هذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهُ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (میرا یہ لاڈلا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے مابین صلح کرائے گا)۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۴)
3. ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔
4. فرمان نبوی ﷺ ہے: "هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا" وہ دونوں میرے دنیا کے دو خوشبودار پھول ہیں)۔ (صحیح البخاری: ۳۷۵۳)
5. براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسنؓ کو نبی ﷺ کے کندھے پر دیکھا اور آپ فرمارہے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ" (اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو تو ان سے محبت کر)۔ (صحیح البخاری ۳۷۴۹)

☆☆☆ ☆☆☆

چوتھی ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَكَانَ فِي الرَّابِعَةِ الْغَزْوُ إِلَى بَنِي النَّضِيرِ فِي رَبِيع أَوَّلا

چوتھی ہجری میں قبیلہ بنی نضیر کی طرف لشکر کشی ہوئی

یہ ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا

غزوہ بنی نضیر:

بنو قینقاع کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ پیش آیا تو یہودیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر خاموشی اور سکون اختیار کر لیا۔ لیکن غزوۂ احد کے بعد ان کی جرأت پھر پلٹ آئی۔ انہوں نے کھلم کھلا عداوت وبد عہدی کی۔

انہوں نے آپ ﷺ کی قتل کی سازش کی۔ ہوا یوں کہ آپ ﷺ اور کچھ صحابہ کرامؓ ان کے پاس دو مقتولین کی دیت میں اعانت کے لیے گئے جو سیدنا عمرو بن امیہ ضمریؓ سے غلطی سے قتل ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے آپ کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا دیا، ان بدبختوں نے یہی موقع دیکھ کر آپ ﷺ کے سر پر اوپر کی طرف سے کچھ گرا کر کچلنا چاہا لیکن آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ ان کی شرارت کا علم ہوا اور آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نبی ﷺ نے مدینہ واپسی پر یہودیوں کو مدینے سے نکلنے کی خبر بھجوا دی۔ خبر پہنچتے ہی انہوں نے جلاوطنی کا ارادہ کر لیا تھا کہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے انھیں جھوٹا حوصلہ دیا اور ڈٹ جانے کو کہا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور بنو نضیر کے علاقے میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو کہلوا بھیجا کہ ہم

مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش منظور فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے پوری سورۃ حشر نازل فرمائی۔ سیدنا عبد اللہ ابن عباسؓ اس سورۃ (حشر) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اسے سورۃ بنی النضیر کہو۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وبَعْدُ مَوْتُ زَيْنَبَ الْمُقَدَّمَةْ وَبَعْدَهُ نِكَاحُ أُمِّ سَلَمَةْ

پھر سیدہ زینبؓ (بنت خزیمہ) کا انتقال ہو گیا
اور اس کے بعد نبی ﷺ نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا

ام المؤمنین سیدہ زینبؓ بنت خزیمہ کی وفات:

سیدہ زینبؓ آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد کچھ ہی ماہ رہ سکیں اور آپ کی وفات ہو گئی۔ سیدہ خدیجہؓ کے بعد سیدہ زینب بنت خزیمہ ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں میں رخصت ہوئیں۔ دوسری سب ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ کے بعد وفات پائی۔ نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں بقیع میں دفن کیا۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ سے نکاح:

آپکا نام ہند بنت ابی امیہ تھا۔ ابو امیہ وہی شخص ہیں جنھوں نے بعثت سے قبل کعبہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود کو اسکی جگہ پر رکھنے والے معاملے میں تجویز پیش کی تھی کہ جو اگلے دن دروازے سے پہلے داخل ہو گا وہ فیصل قرار پائےگا (اور آپ ﷺ فیصل قرار پائے تھے)۔ سیدہ امّ سلمہؓ کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی سیدنا ابو سلمہؓ بن عبد الاسد سے ہوا تھا۔

فقیہ ترین اور نہایت عقلمند خاتون تھیں۔ سیدہ عائشہؓ کے بعد سب سے زیادہ مرویات ان کی ہیں۔ آپکی وفات باقی امہات المومنین کے مقابلے سب سے آخر میں ہوئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبِنْـتِ جَحْشٍ ثُمَّ بَـدْرِ الْمَوْعِـدِ   وَبَعْـدَهَـا الْأَحْزَابُ فَـاسْمَعْ وَاعْـدُدِ

پھر سیدہ زینبؓ بنت جحش سے نکاح اور بدر الموعد کی لڑائی ہوئی

اس کے بعد غزوہ احزاب ہوا، سنو اور گن لو

ام المؤمنین زینبؓ بنت جحش سے نکاح:

آپ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں اور سیدنا عبد اللہؓ بن جحش کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کی شادی پہلے سیدنا زید بن حارثہؓ سے ہوئی تھی۔ پھر ان سے طلاق ہوئی اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

آپکے چند مناقب:

1. ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ازواج مطہرات میں سے مجھے وہ جلد ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہے (سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم سب اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں اور سب سے لمبے ہاتھ سیدہ سودہؓ کے تھے لیکن سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد پتا چلا کہ اس سے مراد زیادہ صدقہ خیرات کرنا تھا)۔

1- آپ کے نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا تھا۔﴿زَوَّجْنَاكَهَا﴾ [الاحزاب: ٣٧]

2- آپ کا ولیمہ بہت عمدہ کرایا گیا اور کسی دوسری ازواج مطہرات کا ایسا نہ کرایا گیا۔

غزوہ بدر الموعد:

غزوہ احد میں مدینہ پہ قابض نہ ہونے پر، مسلمانوں میں سے کسی کو قیدی نہ بنانے اور سب سے بڑھ کر رسول مکرم ﷺ کے حیات ہونے پہ ابو سفیان جنگ سے جانے کے بعد راستے سے ہی پلٹ آیا اور مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر معبد الخزاعی نے ان کو ڈرایا تھا جس سے ابو سفیان اور لشکر کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے لیکن اس موقع پر ابو سفیان نے اعلان کیا تھا اگلے برس بدر میں پھر آمنا سامنا ہو گا۔ اب چونکہ اس موقع پر طے کیا ہوا وقت قریب آتا جا رہا تھا تو رسول اللہ

ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا فرض تھا کہ میدان میں ابوسفیان اور اس کی قوم سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے نکلیں۔ اسی مقصد کے تحت رسول اللہ ﷺ ۱۵۰۰ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بدر کی جانب نکلے۔

مشرکین جنگ کے لئے روانہ تو ہوئے لیکن ابوسفیان مکہ ہی سے ابو جہل اور بد دل تھا۔ بار بار مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کا انجام سوچتا تھا۔ اور رعب وہیبت سے لرز اٹھتا تھا۔ بالآخر مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پہ مر الظہران پہ اَبوسفیان نے سب سے واپسی کے لیے کہا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہی لشکر کے اعصاب پر خوف وہیبت سوار تھی کیونکہ ابوسفیان کے اس مشورہ پر کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی۔ مسلمانوں نے بدر میں آٹھ روز تک ٹھہر کر دشمن کا انتظار کیا۔ یہ غزوۂ بدر موعد، بدر ثانیہ، بدر آخریٰ اور بدر صغریٰ کے ناموں سے معروف ہے۔

غزوہ احزاب:

غزوہ احد کے بعد غدر کرنے والے یہودی (بنو نضیر) خیبر منتقل ہوگئے تھے اور ان سے مسلمانوں کے پر سکون حالات دیکھے نہیں جاتے تھے۔ وہ موقع کے انتظار میں تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے بیس سردار اور رہنما مکے میں قریش کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ کرتے ہوئے اپنی مدد کا یقین دلایا۔ قریش نے ان کی بات مان لی۔ قریش کے بعد یہود کا یہ وفد بنو غطفان، بنو سلیم، بنو اسد، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل کو اس میں شامل کرتے رہے۔ غرض اس طرح یہودی سیاست کاروں نے پوری کامیابی کے ساتھ کفر کے تمام بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو نبی ﷺ اور آپ کی دعوت اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لیے تیار کر لیا۔ یہ پورا کوئی دس ہزار کا لشکر تھا۔

اطلاع پاتے ہی رسول اللہ ﷺ نے ہائی کمان کی مجلس شوری منعقد کی۔ اور دفاعی منصوبے پر صلاح مشورہ کیا۔ قائدینِ اہل شوریٰ نے غور وخوض کے بعد سیدنا سلمان فارسیؓ کی ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی۔ یہ تجویز سیدنا سلمانؓ فارسی نے ان لفظوں میں پیش کی تھی کہ اے اللہ کے رسول! فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے۔ یہ بڑی باحکمت دفاعی تجویز تھی۔

اس تجویز پر فوری عمل شروع ہوا ساتھ ساتھ آپ ﷺ ان کو ترغیب بھی دلاتے اور عملاً اس میں پوری طرح شریک بھی رہتے تھے۔ خندق کی کھدائی کے دوران نبوت کی کئی نشانیاں بھی جلوہ فگن ہوئیں۔ سیدنا ابو طلحہ انصاریؓ کہتے ہیں ہم نے رسول

اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا۔ اور اپنے شکم کھول کر ایک ایک پتھر دکھلائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا شکم کھول کر دو پتھر دکھلائے۔ سخت بھوک کے آثار دیکھ کر سیدنا جابر بن عبد اللہؓ نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا۔ اور ان کی بیوی نے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جو پیسا اور آپ ﷺ سے خفیہ طور پر گزارش کی کہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں، لیکن نبی ﷺ نے تمام اہل خندق کو جن کی تعداد ایک ہزار تھی، ہمراہ لے کر چل پڑے۔ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کسی چیز میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

ایک اور واقعہ پیش آیا کہ کھدائی کے دوران ایک پتھر نے رکاوٹ ڈال دی، آپ ﷺ سے اس کی شکایت لگائی گئی تو آپ ﷺ تشریف لائے۔ کدال لی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا اور فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا، اور فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: بسم اللہ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

بہر حال اس لشکر سے مقابلے کے لیے رسول اللہ ﷺ بھی تین ہزار مسلمانوں کی نفری لے کر تشریف لائے۔ سامنے خندق مسلمانوں اور کفار کے درمیان حائل تھی۔ مشرکین نے آپ ﷺ کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی سے مصروف رکھا۔ اور آپ ﷺ نے مشرکین پر بد دعا فرمادی۔

چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی، اس لیے دست بدست اور خونریز جنگ کی نوبت نہ آسکی، بلکہ صرف تیر اندازی ہوتی رہی۔ اسی تیر اندازی کے دوران سیدنا سعد بن معاذؓ کو بھی ایک تیر جس سے ان کے دستے کی شہ رگ کٹ گئی۔ اور وہ دعا کرتے کہ مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ (یہودیوں کا آخری قبیلہ جو ابھی مدینہ میں مقیم تھا) کے معاملے میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو جائے کیونکہ انہوں نے جنگ کے دوران آپ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا۔

اس دوران مسلمان اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے تھے: اللھم استر عوراتنا و آمن روعاتنا (اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کر دے)۔

اور رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمارہے تھے: اللھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الأحزاب، اللھم اھزمھم وزلزلھم (اے اللہ! کتاب اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انہیں شکست دے اور جھنجوڑ کر رکھ دے)۔ (متفق علیہ)

بالآخر اللہ تعالی نے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی دعائیں سن لیں۔ چنانچہ ایک ماہ کے طویل محاصرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر تند تھنڈی ہوائیں اندھی کی صورت بھیجیں۔ جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں، کسی چیز کو قرار نہ رہا اور اس کے ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا۔ جس نے انہیں ہلاڈالا۔ اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی اور اس دن کے بعد مسلمانوں کا عروج شروع ہوا۔ اسی دن کے بعد رسول اللہ نے فرمایا: "الان نغزوھم ولا یغزونا، ونحن نسیر الیھم"

(اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے، اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا)۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ بَنِي قُرَيْظَةٍ وَفِيهِمَا خُلْفٌ وَفِي ذَاتِ الرِّقَاعِ عُلِمَا

پھر بنو قریظہ کے خلاف جنگ ہوئی اور اس میں

کچھ اختلاف پایا گیا، اور غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ پیش آیا

غزوہ بنو قریظہ:

غزوہ خندق سے واپسی پر ظہر کے وقت رسول اللہ ﷺ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ کے مکان میں غسل فرمارہے تھے سیدنا جبریلؑ تشریف لائے۔ اور فرمایا: کیا آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے۔ اور میں بھی ابھی قوم کا تعاقب کرکے بس واپس چلا آرہا ہوں۔ اُٹھئے! اور اپنے رفقاء کو لے کر بنو قریظہ کا رخ کیجیے۔ کیوں یہ مدینہ میں رہتے تھے اور جب غزوہ خندق کے لئے کفار باہر سے جمع ہونا شروع ہوئے تو انہوں نے غدر کرکے مسلمانوں کو اندر سے کمزور کرنا چاہا جس کا نتیجہ یہ جنگ بنی۔

نبی ﷺ نے فوراً صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بنو قریظہ کا رخ کریں اور عصر کی نماز وہیں ادا کریں۔ کچھ صحابہ نے راستے میں وقت آنے پر نماز پڑھ لی اور کچھ نے عشاء کے بعد وہیں بنو قریظہ میں پڑھی دونوں گروہوں میں مفہوم کا اختلاف ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ بھی وہاں پہنچے اور بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، یہ درحقیقت ایک اعصابی جنگ تھی۔ اللہ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔ مسلمانوں کو دیکھ کر ان کے حوصلے ٹوٹتے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کے اس لشکر کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ یہ محاصرہ قریباً پچیس دن تک رہا۔

جب محاصرہ سخت ہوا اور صحابہ نے قلعے میں گھسنے کا فیصلہ کیا تو یہودیوں نے خود کو آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے سیدنا سعد بن معاذؓ کو حکم بنانے پر رضامندی دیکھائی کیونکہ وہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور اوس بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ انھیں لگا کہ یقیناً وہ اس وجہ سے رحم کا معاملہ کرینگے۔ سیدنا سعدؓ جو زخمی تھے ان کو یہاں لایا گیا تو انہوں نے کہا: تو ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ اور اموال تقسیم کر دیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

مدینہ میں یہودیوں کے قبائل اور مختلف جنگوں میں انکے غدر اور خیانتیں:

1. **بنو قینقاع:** انہوں نے غزوہ بدر میں غدر کیا یہ شام کی طرف چلے گئے تھے۔
2. **بنو نضیر:** انہوں نے غزوہ احد میں غدر کیا یہ خیبر کی طرف چلے گئے تھے۔
3. **بنو قریظہ:** انہوں نے غزوہ احزاب میں غدر کیا ان سب کو قتل کر دیا گیا۔

غزوہ ذات الرقاع:

نبی ﷺ نے قبیلہ بنو غطفان کی دو شاخوں بنی ثعلبہ اور بنی محارب کے اجتماع کی خبر سن کر جھٹ سے چار سو ۴۰۰ صحابہ کرامؓ کی معیت میں بلاد نجد کا رخ کیا۔ لیکن اس غزوہ میں بھی کوئی جنگ نا ہو سکی، اللہ تعالیٰ نے مخالف کے دلوں میں نبی ﷺ کے آنے کی خبر کی وجہ سے رعب ڈال دیا۔ "نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ" (ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی)۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو موسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ ہم چھ آدمی تھے اور ایک ہی اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس سے ہمارے قدم چھلنی ہو گئے۔ میرے بھی دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور ناخن جھڑ گیا۔ چنانچہ ہم لوگ اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے رہتے تھے۔ اسی لیے اس کا نام ذات الرقاع "چیتھڑوں والا" پڑ گیا۔ (صحیح البخاری:۴۱۲۵)

عام اہل مغازی نے اس غزوہ کا تذکرہ ۴ھ میں کیا ہے۔ لیکن امام بخاری نے اس کا زمانہ وقوع ۷ھ بتایا ہے اور چونکہ اس غزوے میں سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ اور سیدنا ابو ہریرہؓ نے شرکت کی تھی لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

كَيْفَ صَلَاةُ الْخَوْفِ وَالْقَصْرُ نُمِي   وَآيَةُ الْحِجَابِ وَالتَّيَمُّمِ

اسی میں خوف کی نماز اور قصر نماز کا طریقہ سکھایا گیا

اور اسی میں پردے اور تیمم کی آیتیں نازل ہوئیں

صلاۃ الخوف:

صلاۃ الخوف کی مشروعیت غزوہ ذات الرقاع میں ہوئی۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ضجنان اور عسفان کے درمیان پڑاؤ کیا۔ مشرکین نے کہا ان مسلمانوں کی ایک نماز ہے جسے وہ اپنے باپ اور بیٹوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں اور وہ عصر کی نماز ہے لہذا تم اپنے اسباب جمع کرو اور اس وقت یکبارگی ان پر حملہ کر دو۔ اتنے میں جبریلؑ نازل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنے اصحابؓ کے دو حصے کریں۔ ایک حصے کو نماز پڑھائیں اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابل ان کے پیچھے کھڑا رہے اور اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہنے رہیں۔ پھر دوسرا حصہ آئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور پہلے حصے والے اپنی ڈھالیں اور ہتھیار پہن لیں۔ اس طرح ہر گروہ کی ایک ایک رکعت اور نبی اکرم ﷺ کی دو رکعتیں ہوں گی۔ (سنن نسائی: ۱۵۴۵، صحیح)

صلاۃ الخوف چھ طریقوں سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔(صحیح مسلم:۱۵۷۶)

صلاۃ القصر:

نماز قصر کی مشروعیت کا غالب گمان بھی غزوہ ذات الرقاع کے وقت کا ہے کیونکہ سورۃ النساء کی ان آیتوں میں الخوف کے ساتھ ہی اس کا ذکر ہے۔

نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ رعایتیں اس لیے عنایت فرمائیں کہ کفار کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی غافل پا کر یکبارگی حملہ کرکے ختم کردیں۔ جس کی وجہ سے عبادت کے دوران بھی دفاع سے غفلت کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ اس وقت پورا عرب دار الحرب بنا ہوا تھا کسی طرف کا سفر بھی خطرات سے خالی نہیں تھا۔

نماز کی رکعات کے ادوار:

- سب سے پہلے معراج کے موقع پر دو دو رکعات مشروع کی گئی۔
- ہجرت کے بعد حضر نمازوں کی رکعات کو چار کیا گیا سوائے فجر و مغرب کے۔
- ۴ھ میں سفر کی نماز پھر سے دو دو رکعات ہوئی۔

آیۃ الحجاب:

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی، وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے آپ ﷺ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی۔ پھر بھی وہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے آپ ﷺ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو سیدنا انسؓ نے نبی

کریم ﷺ کو خبر دی۔ اب آپ ﷺ آئے گھر میں تشریف لے گئے سیدنا انسؓ فرماتے ہیں میں نے بھی جانا چاہا تو آپ ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کرلیا اور حجاب والی آیت نازل ہوئی۔(صحیح مسلم:۳۵۰۵)

امام عبد الرزاق نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ "جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصار کی خواتین گھونگٹ بنائے ہوئے گھروں سے اس طرح نکلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں اور انہوں نے سیاہ رنگ کی چادریں اوڑھ رکھی ہوتی تھیں۔"(مصنف عبد الرزاق)

پردے کے متعلق قرآن کریم میں تین قسم کی محکم آیات ہیں:

1. آیت حجاب: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ [الاحزاب : 53]

(اور جب تم ان (امہات المومنین) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے اوٹ سے مانگو)

2. آیت جلباب: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ [الاحزاب : 59]

(اے میرے نبی! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے، اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکالیا کریں)

3. آیت زینت: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور : 31]

(اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر رہتا ہے)

تیمم کا حکم:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے بیان فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں (تحقیقی قول کے مطابق غزوہ ذات الرقاع میں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ یہاں تک کہ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر تھے (یہ دونوں مقام مدینہ طیبہ اور خیبر کے درمیان پڑتے ہیں) تو وہاں میرا ایک ہار جو درحقیقت میری بڑی بہن اسماءؓ کا تھا، اور میں نے عاریتاً ان سے لے

کر گلے میں ڈال لیا تھا، ٹوٹ کر گر گیا اور گویا گم ہو گیا، میں نے اس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو کر دی تو اس کو تلاش کرانے کے لئے آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمالیا اور آپ ﷺ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی ٹھہر گئے اور اس مقام پر پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا، سیدنا ابو بکرؓ بھی اس معاملے سے ناخوش تھے کہ ان کی وجہ سے سب کو تکلیف اٹھانی پڑھ رہی ہے۔ لیکن تفتیش جاری رہی اور یہاں تک کہ آپ ﷺ نے صبح کی ایسے مقام پر اور ایسی حالت میں کہ وہاں پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی، تو سب لوگوں نے تیمم کیا اور تیمم کر کے نماز ادا کی گئی۔ سیدنا اسیدؓ بن حضیر نے جو ان نقباء انصار میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت سے پہلے بیعت کی تھی کہا کہ اے آل ابو بکر! یہ تیمم کا حکم تمہاری پہلی برکت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی تمہارے ذریعہ امت کو برکتیں مل چکی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۱۶)

❁ قال الناظم رحمه الله:

قِيلَ: وَرَجْمُهُ الْيَهُودِيَّيْنِ وَمَوْلِدُ السِّبْطِ الرِّضَا الْحُسَيْنِ

اس سے قبل یہودی مرد وعورت کو رجم کیا گیا

اور سبطِ رسول سیدنا حسینؓ کی پیدائش ہوئی

دو یہودیوں کو رجم کرنا:

نبی کریم ﷺ کے عہد میں مدینہ میں مقیم یہود میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کیا، تو یہود آپ ﷺ کی خدمت میں ان دونوں کا فیصلہ کرانے کے ارادے سے حاضر ہوئے۔ وہ اس گمان میں تھے کہ شاید تورات میں موجود رجم سنگسار کرنے کے حکم سے ہلکی سزا انھیں مل جائے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: رجم کے بارے میں تورات میں کیا حکم ہے؟ وہ بولے: یہ کہ انھیں رسوا کریں اور انھیں کوڑے لگائے جائیں۔ اس پر سیدنا عبد اللہؓ بن سلام (سابقہ یہودی عالم) نے کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پھر یہودی تورات لائے اور اسے کھولا۔ لیکن رجم سے متعلق آیت کو ایک یہودی نے اپنے ہاتھ سے چھپالیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کی عبارت پڑھنے لگا۔ سیدنا عبد اللہؓ بن سلام نے کہا کہ ذرا

اپنا ہاتھ تو اٹھاؤ۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا، تو وہاں آیت رجم موجود تھی۔ اب وہ کہنے لگے: سچ ہے اے محمد!۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم:۴۴۳۷)

سبطِ رسول ﷺ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی کے بے شمار اور متنوع فضائل و مناقب ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے فخر کے لیے ایک یہی بات کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نانا سیدنا رسالت مآب ﷺ کے محبوب تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچپن کا زمانہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سایۂ تربیت و عاطفت میں گزارا۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرطِ محبت سے پکڑا اور انکا بوسہ لیا اور فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ (جامع ترمذی:۳۷۷۵)

☆☆☆ ☆☆☆

پانچویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

اَلْإِفْـكُ فِي غَزْوِ بَنِي الْمُصْـطَلِقِ وَكَـانَ فِي الْخَـامِسَـةِ اسْمَعْ وَثِقِ

بنو مصطلق کی مہم میں واقعہ افک ہوا

اور یہ سب پانچویں ہجری میں ہوا، غور سے سنو اور یقین رکھو

غزوہ بنی المصطلق:

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ اطلاع ملی کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار آپ سے جنگ کے لیے اپنے قبیلے اور کچھ دوسرے عربوں کو ساتھ لے کر آرہا ہے۔ آپ نے سیدنا بریدہؓ بن حصیب اسلمی کو تحقیق حال کے لیے روانہ فرمایا۔

جب آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خبر کی صحت کا اچھی طرح یقین آگیا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دیا (سات سو صحابہ) کے ساتھ فوری روانہ ہوگئے۔ اس غزوے میں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ہمراہ منافقین کی بھی ایک جماعت تھی۔ جو اس سے پہلے کسی غزوے میں نہیں گئی تھی۔

اس غزوے میں لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک چشمے کے پاس ان پر چھاپہ مار کر عورتوں، بچوں اور مال مویشی پر قبضہ کر لیا تھا۔ جیسا کہ صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بنو المصطلق پر چھاپہ مارا اور وہ غافل تھے۔ اس جنگ میں بہت ساری لونڈیاں، بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ اونٹ اور پانچ ہزار ۵۰۰۰ بکریاں ہاتھ آئیں۔

واقعہ افک:

غزوہ بنی المصطلق سے واپسی میں ایک جگہ پڑاوُ ڈالا گیا۔ سیدہ عائشہؓ اپنی حاجت کے لیے گئیں۔ اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریتاً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی فوراً اس جگہ واپس گئیں جہاں ہار غائب ہوا تھا۔ اسی دوران وہ لوگ آئے جو آپکا ہودج اونٹ پر لادا کرتے تھے۔ انہوں نے سمجھا آپؓ ہودج کے اندر تشریف فرماہیں۔ اس لیے اسے اونٹ پر لاد دیا، اور ہودج کے ہلکے پن پر نہ چونکے۔ کیونکہ سیدنا عائشہ ابھی نوعمر اور وزن میں ہلکی تھیں۔

بہر حال سیدہ عائشہؓ ہار ڈھونڈھ کر قیام گاہ پہنچیں تو پورا لشکر جا چکا تھا۔ وہ اس خیال سے وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انہیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر وہیں تلاش کرنے آئیں گے، لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئیں۔ پھر سیدنا صفوان بن معطلؓ کی یہ آواز سن کر بیدار ہوئیں کہ جو إنا لله وإنا اليه راجعون پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی؟ صفوانؓ لشکر کے پچھلے حصے میں سوئے ہوئے تھے۔ ان کی عادت بھی زیادہ سونے کی تھی۔ انہوں نے جب سیدہ عائشہؓ کو دیکھا تو پہچان لیا۔ کیونکہ وہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے انا للہ پڑھی اور اپنی سواری بٹھا کر سیدہ عائشہؓ کے قریب کر دی، سیدہ عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں۔ سیدنا صفوانؓ نے انا للہ کے سوا زبان سے ایک لفظ نہ نکالا۔ چُپ چاپ سواری کی نکیل تھامی اور پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آ گئے۔

انہیں اس کیفیت کے ساتھ آتا دیکھ کر اللہ کے دشمن خبیث عبد اللہ بن ابی منافق کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے بدکاری کی تہمت تراش کر واقعات کے تانے بانے بننا شروع کر دیے۔ اور جب مدینہ لوٹ آئے تو ان تہمت تراشوں نے خوب جم کر پروپیگنڈہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ خاموش تھے کچھ بول نہیں رہے تھے لیکن جب لمبے عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے علیحدگی کے متعلق اپنے قریبی صحابہ سے مشورہ کیا۔

ادھر سیدہ عائشہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ غزوے سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں۔ اور ایک مہینے تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ ام مسطحؓ کے بتانے پر پھر ان کی دو رات اور ایک دن روتے روتے گزر گیا۔ وہ محسوس کرتی تھیں کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو جائے گا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے وضاحت مانگی تو آپ نے کہا میں صبر کر لیتی ہوں یہی بہتر ہے کہ میرے حق میں بات کا یقین ویسے بھی کوئی نہیں کرنے والا۔

ان سخت آیام میں جب نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر وحی کے نزول کی کیفیت ہوئی، تو ختم ہوتے ہی مسکرا رہے تھے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ !اللہ نے تمہیں بری کر دیا۔

واقعہ افک سے متعلق جو آیات اللہ نے نازل فرمائیں وہ سورۃ النور کی دس آیات ہیں جو ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ [النور:] سے شروع ہوتی ہیں۔

سیدہ عائشہؓ کی براءت کے بعد تہمت تراشی کے جُرم میں تین سچے صحابہ جو اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوگئے یعنی مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کو اسی اسی کوڑے مارے گئے اور منافقین کو مصلحت کی خاطر کچھ نہ کہا گیا۔(صحیح البخاری:۴۱۴۱)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَدُومَـةُ الْجَنْـدَلِ قِيـلَ وَحصَـــلْ　　عَقْـدُ ابْنَـةِ الْحَارِثِ بَعْدُ وَاتَّصَـــلْ

اور کہا گیا کہ دومۃ الجندل کا معرکہ بھی اسی میں ہوا
بعد میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا نکاح حارث کی بیٹی (سیدہ جویریہؓ) سے ہوا اور رخصتی کی گئی

غزوہ دومۃ الجندل:

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو اطلاعات ملیں کہ شام کے قریب دومۃ الجندل کے گرد آباد قبائل آنے والے قافلوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اور وہاں سے گزرنے والی اشیاء لوٹ لیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے ایک بڑی جمعیت فراہم کرلی ہے۔ ان اطلاعات کے پیش نظر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ایک ہزار ۱۰۰۰ مسلمانوں کی نفری کے ساتھ شام کی طرف کوچ فرمایا۔ جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وہاں قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھاگ گئے ہیں۔ لہذا ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر ہلہ بول دیا، کچھ ہاتھ آئے کچھ نکل بھاگے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم چند دن قیام فرما کر بالآخر مدینہ پلٹ آئے۔

ام المؤمنین سیدہ جویریہؓ سے نکاح:

سیدہ جویریہؓ کا اصل نام برّہ ہے۔ ان کے والد قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنو المصطلق کے سردار تھے جن کا نام حارث بن ابی ضرار (یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے) تھا۔ سیدہ جویریہؓ بنو المصطلق کے قیدیوں میں لائی گئی تھیں۔ اور سیدنا ثابتؓ بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں تھیں۔ انہوں نے سیدہ جویریہؓ سے مکاتبت کر لی۔ یعنی ایک مقررہ رقم کے عوض آزاد کر دینے کا معاملہ طے کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے مقررہ رقم ادا فرمادی اور شادی کر لی۔ اس شادی کے نتیجے میں مسلمانوں نے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد کر دیے اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہیں۔ چنانچہ یہ اپنی قوم کے لیے ساری خواتین سے بڑھ کر بابرکت ثابت ہوئیں۔ انتہائی عبادت گزار خاتون تھیں۔ ربیع الاول ۵۶ھ یا ۵۵ھ میں وفات پائی۔ عمر ۶۵ برس تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَعَقْدُ رَيْحَانَةَ فِي ذِي الْخَامِسَةْ

اسی پانچویں ہجری میں ریحانہؓ سے نکاح ہوا

ریحانہ سے عقد نکاح:

انکا تعلق یہود کے خاندان بنو نضیر سے تھا۔ غزوہ بنو قریظہ کے بعد جن یہودیوں کو قتل کیا گیا ان میں حکم (انکا شوہر) بھی شامل تھا اور ریحانہ کو جنگی قیدی کے طور پر مسلمانوں نے گرفتار کر لیا، آپ ﷺ نے انہیں سیدہ ام المنذرؓ بنت قیس کے گھر ٹھہرایا۔ ان کے قبول اسلام کے بعد وہ آپ ﷺ کے عقد میں آئیں۔

مصنف رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے کہ یہ آپ ﷺ کی زوجہ تھیں لیکن محققین علماء نے انکی زوجیت کا انکار کیا ہے اور انکا لونڈی ہونا ثابت کیا ہے۔

☆☆☆ ☆☆☆

چھٹی ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ بَنُو لِحْيَانَ بَدْءُ السَّادِسَةْ

پھر چھٹی ہجری کے آغاز میں بنو لحیان کے خلاف مہم ہوئی

بنو لحیان رجیع کا واقعہ:

بنو لحیان والوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ بھیج دیں ہم مسلمان ہو چکے ہیں کچھ سیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عاصم بن ثابت انصاریؓ کے زیر نگرانی دس صحابہ کو روانہ کیا۔ بنو لحیان والوں نے مقام رجیع میں ان دس صحابہ کرامؓ کو دھوکے سے گھیرا، جیسے ہی صحابہ کو اندیشہ ہوا اس بات کا انہوں نے ایک محفوظ پہاڑی پر پناہ لے لی اور قبیلہ والوں کے ساتھ مقابلہ کیا جس میں کچھ صحابہ کو شہید کر دیا گیا اور بقیہ کو تسلیم ہو جانے کو کہا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر وہ اتر آئیں تو کچھ نہ کہیں گے، ان کے کئے ہوئے وعدے پر تین صحابہ اتر آئے۔ ان خبیثوں نے انھیں اترنے کے ساتھ ہی باندھ دیا۔ ان تین میں سے ایک صحابی کو کفار کا یہ رویہ پسند نہیں آیا جس کے بعد کفار نے انہیں گھسیٹنا شروع کیا اور زبردستی کی لیکن وہ کسی طرح ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے تو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ سیدنا خبیبؓ بن عدی اور سیدنا زید بن دثنہؓ کو ساتھ لے گئے اور مکہ میں لے جا کر انہیں بیچ دیا۔ کچھ دنوں تک تو وہ ان کے یہاں قید رہے آخر کفار نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ پھر بنو حارثہ انہیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو خبیب بن عدیؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ پڑھنے کے بعد کہا: اللہ کی قسم! اگر تمہیں یہ خیال نہ ہونے لگتا کہ مجھے گھبراہٹ ہے موت سے تو اور زیادہ دیر تک پڑھتا۔ اس کے بعد انھیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا شہادت سے قبل سیدنا خبیبؓ نے دل دہلا دینے والے اشعار پڑھے تھے۔

سیدنا خبیب بن عدیؓ کی شہادت کی خبر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اللہ نے بتلا دیا تھا۔ جس کے بعد آپ ﷺ یلغار کرتے ہوئے گئے جہاں آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ پہنچے اور ان کے لیے رحمت کی دعائیں کیں۔ ادھر بنو لحیان کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر نکل بھاگے۔ اور ان کا کوئی آدمی گرفت میں نہ آسکا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْـدَه اسْـتِسْـقَـاؤُهُ وَذُو قَرَدْ وَصُـــدَّ عَنْ عُمْرَتِهِ لَمَّا قَصَـــدْ

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے بارش کے لئے دعا کی، اور غزوہ ذو قرد ہوا

اور جب نبی ﷺ نے عمرے کا ارادہ کیا تو کفار نے روک دیا

استسقاء کا واقعہ:

کسی غزوے سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ ایک روندی ہوئی وادی میں اترے جہاں پانی نہ تھا۔ اس وادی میں مشرکین مسلمانوں سے پہلے پہنچے اور انہوں نے وہاں پر پڑاؤ ڈالا۔

مسلمانوں کو پیاس لگی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ بعض منافقین کہنے لگے: اگر وہ نبی ہوتا جیسا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے تو اپنی قوم کے لیے اسی طرح پانی مانگتا جس طرح جناب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تھا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کہا ہے؟ اور فرمایا شاید تمہارا رب تمہیں پینے کے لیے پانی دے، پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی چنانچہ آپ ﷺ نے ابھی دعا سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے یہاں تک کہ بادلوں نے ان پر سایہ کر لیا۔ اور بارش ہو گئی اور وادی میں ندی بھر گئی اور لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور اپنی پیاس بجھائی۔

غزوہ ذو قرد:

اس غزوہ میں ہوا یہ کہ بنو فزارہ نے عیینہ بن حصن کی قیادت میں مسلمانوں کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، مسلمانوں کے چرواہے کو قتل کر دیا، اس کی بیوی کو لے گئے اور جانور ہنکالے گئے، جب نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ان کا پیچھا کیا،

لیکن آپ نے پہلے سیدنا سلمہؓ بن اکوع اور سیدنا ابو قتادہؓ کو ان کے پیچھے دوڑایا اور تمام جانوروں کو ان سے چھین لیا، یہاں تک کے وہ سارا سامان بھی چھوڑ گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ موقع پر پہنچے حالات دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے۔ سیدنا سلمہؓ بن اکوع نے اس غزوہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

سیدنا سلمہؓ بن اکوع سب سے تیز دوڑنے والے صحابی ہیں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ آپ گھوڑے سے بھی زیادہ تیز بھاگتے تھے۔ اسی جنگ میں کفار جب ان کا پیچھا کرتے ہوئے قریب آئے تو انہوں نے ان سے کہا: تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں سلمہ بن اکوع ہوں، تم میں سے جس کسی کو دوڑاؤں گا بے دھڑک پالوں گا اور جو کوئی مجھے دوڑائے گا ہر گز نہ پا سکے گا۔ ان کی یہ بات سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

عمرے سے روکے جانے کا واقعہ:

نبی کریم ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ وہ اپنے اصحاب سمیت مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف اور عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ جب آپ نے صحابہ کو اطلاع دی تو انھیں بڑی مسرت ہوئی اور ۱۴۰۰ صحابہ اس سفر کے لیے تیار ہو گئے۔

ادھر قریش کو پتا چلا تو انہوں نے خبر لینے کے لئے خالد بن ولید کو کچھ سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو یہ سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی کہ ہم تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارا مقصد تو صرف اللہ کی تعظیم ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ کچھ دیر کے لیے مجھ سے صلح کر لیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَيْعَةُ الرِّضْوَانِ أُولَى وَبَنَى ... فِيهَا بِرَيْحَانَةَ هَذَا بَيِّنَا

پھر بیعتِ رضوان ہوئی، جس میں صحابہ نے جان قربان کرنے کی بیعت کی
اور اسی سال نبی ﷺ نے ریحانہ سے رشتہ قائم فرمایا، یہ بات واضح ہے

بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ:

جب قریش کی طرف قاصد بھیجنے کی باری آئی تو سیدنا عمرؓ نے معذرت کرلی اور انھی کے کہنے پر سیدنا عثمانؓ کو روانہ کیا گیا کفار قریش کی طرف اور فرمایا: انہیں بتلادو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں عمرہ کرنے آئے ہیں۔ انہیں اسلام کی دعوت بھی دو۔ سیدنا عثمانؓ نے وہاں پہنچ کر سردارانِ قریش سے بات چیت کی، اسلام کی دعوت دی۔ قریش نے ان کو پیشکش کی کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرلیں مگر آپ نے یہ پیش کش مسترد کردی اور یہ گوارہ نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے طواف کرنے سے پہلے خود طواف کرلیں۔

اسی دورانیے میں سیدنا عثمانؓ کے کچھ دن زیادہ دیر تک رکے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے۔ خبر ملتے ہی آپ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کی دعوت دی۔ صحابہؓ کرام ٹوٹ پڑے۔ اور اس پر بیعت کی کہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے۔ ایک جماعت نے موت پر بیعت کی۔ سب سے پہلے ابوسنانؓ اسدی نے بیعت کی۔ سیدنا سلمہؓ بن اکوع نے تین بار بیعت کی۔ شروع میں درمیان میں اور اخیر میں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے، پھر جب بیعت مکمل ہوچکی تو سیدنا عثمانؓ بھی آگئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ اس بیعت میں صرف ایک آدمی نے جو منافق تھا شرکت نہیں کی، اس کا نام جد بن قیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔

بہر حال قریش نے صورتِ حال کی نزاکت محسوس کرلی اور صلح کے لئے سہیل بن عمرو کو بھیجا، سہیل نے آپ کے پاس پہنچ کر دیر تک گفتگو کی۔ اور بالآخر طرفین میں صلح کی دفعات طے ہوگئیں۔ یہ صلح چار چیزوں پر مشتمل تھی:

1. آپ ﷺ اور صحابہ کرام اس سال عمرہ کئے بغیر لوٹ جائیں اور اگلے سال آئیں۔
2. دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے۔
3. عرب کے کسی قبائل کو مجبور نہیں کیا جائے گا کسی کا حلیف بننے پر۔ جو جسکے عہد وپیمان میں داخل ہونا چاہے گا ہوسکے گا۔
4. قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمد اسے واپس کردیں گے، لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

اس بیعت کے وقت صحابہ کرام بہت شدید غصے کی حالت میں تھے جن میں سر فہرست سیدنا عمرؓ تھے، ان کا خیال تھا کہ جب ہم لڑ سکتے ہیں کفار سے تو معاہدے میں ان کی باتیں کیوں کر تسلیم کی جائیں؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل کی۔ جس کے بعد عمر کہنے لگے: یارسول اللہ! یہ فتح ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا۔

سیدنا ابن مسعود وغیرہ سے مروی ہے کہ تم تو فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔

ریحانہ سے تعلق:

مصنفؒ کے نزدیک چونکہ یہ آپ ﷺ کی زوجیت میں شامل ہیں تو انہوں نے اسی سال ان سے تعلق کو اختیار کیا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَفُـرِضَ الْحَـجُّ بِخُـلْـفٍ فَـاسْمَـعَـهْ

اور حج فرض ہوا، لیکن اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، سن لو

حج کی فرضیت:

مصنف رحمہ اللہ نے حج کی فرضیت کو ۶ھ میں ذکر کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے اور صحیح بات محققین علماء کی رائے ہے کہ حج کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم

☆☆☆ ☆☆☆

ساتویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَكَانَ فَتْحُ خَيْبَرٍ فِي السَّابِعَةْ

اور خیبر فتح ہوا ساتویں ہجری میں

فتح خیبر:

صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم ﷺ قریش کی طرف سے جب پوری طرح مطمئن اور مامون ہو گئے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ اب بقیہ گروہوں کا علاج کیا جاسکے جس میں یہود سر فہرست تھے جو اب خیبر اور اس کے نواح میں فدک اور وادی القریٰ میں مقیم تھے۔ ان یہودیوں کی خباثتوں سے ویسے ہی مسلمان کافی تنگ تھے۔ اب چونکہ ان مجرم یہودیوں کے محاسبہ کے لیے فضا صاف ہو گئی تھی تو نبی کریم ﷺ نے خیبر کی روانگی کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرمادیا کہ آپ کے ساتھ صرف وہی آدمی روانہ ہو سکتا ہے جسے واقعتاً جہاد کی رغبت اور خواہش ہے۔ اس اعلان کے نتیجہ میں آپ ﷺ کے ساتھ صرف وہی لوگ جاسکے جنھوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اور ان کی تعداد صرف چودہ سو ۱۴۰۰ تھی۔

خیبر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا جو اس نے اپنے ارشاد کے ذریعہ فرمایا تھا:

﴿وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ﴾ [الفتح: ۲۰]

(اللہ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے تو اس کو تمہارے لیے فوری طور کر دیا)

جس رات خیبر کی حدود میں رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے فرمایا: میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرام نبی ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ ہر ایک یہی آرزو باندھے اور آس لگائے تھا کہ جھنڈا اسے مل جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں اور انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ (صحیح مسلم: ٦٢٢٣)

خیبر کی آبادی قلعوں پر مشتمل تھی۔ یہود نے جیسے ہی لشکر دیکھا تو سیدھے بھاگے اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہوگئے۔ یہ قلعہ مرحب نامی اس جانباز یہودی کا قلعہ تھا جسے ایک ہزار مردوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ سیدنا علیؓ مسلمانوں کی فوج لے کر اس قلعے کے سامنے پہنچے اور یہود کو اسلام کی دعوت دی۔ تو انہوں نے یہ دعوت مسترد کردی اور اپنے بادشاہ مرحب کی کمان میں مسلمانوں کے مدمقابل آکھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں اتر کر پہلے مرحب نے دعوتِ مبارزت دی۔ مرحب اپنی تلوار لے کر نازو تکبر کے ساتھ اٹھلاتا اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا:

قد علمت خیبر أني مرحب　　شاکي السلاح بطل مجرب

إذا الحروب أقبلت تلبب

(خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پوش بہادر اور تجربہ کار! جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہوں)

ان کے مقابلے میں سیدنا عامرؓ اترے اور دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ اس وار سے ان کو کچھ زخم آئے اور جنگ سے واپس جانے پر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ان کے بعد سیدنا علیؓ تشریف لے گئے اور یہ اشعار کہے:

أنا الذی سمتني أمي حیدرہ　　کلیث غابات کریه المنظرہ

أوفیهم بالصاع کیل السندرہ

(میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر "شیر" رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا)

اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اس قلعے کے فتح ہوتے ہی یہودیوں نے ان باقی ماندہ قلعوں کو بھی خالی کر دیا۔ جب کہ بعض قلعوں کو فتح کرنے میں زبردست مشکلات اور شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر سیدنا علیؓ ہی کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔

پہ درپے شکستوں اور قلعوں کی فتح پہ ابن ابی الحقیق یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور نبی ﷺ سے اس شرط پر صلح کرلی کہ قلعے میں جو فوج ہے اس کی جان بخشی کردی جائے گی۔ اور ان کے بال بچے انہی کے پاس رہیں گے یعنی انہیں لونڈی اور غلام نہیں بنایا جائے گا بلکہ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر خیبر کی سرزمین سے نکل جائیں گے۔ اور اپنے اموال، باغات، زمینیں، سونے، چاندی، گھوڑے، زرہیں، رسول اللہ ﷺ کے حوالے کردیں گے۔ صرف وہ کپڑا لے جائیں گے جو انسان کی پشت پر ہوگا۔ اور اس طرح خیبر کی فتح مکمل ہوگئی۔

خیبر کے اموال غنیمت کی کثرت کا اندازہ صحیح بخاری میں مروی ابن عمرؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے انہوں نے فرمایا: ہم لوگ آسودہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔ یعنی اللہ نے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو بہت مال سے نوازا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَحَظْرُ لَحْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةْ فِيهَا وَمُتْعَةِ النِّسَا الرَّوِيَّةْ

اسی میں گھریلو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع کردیا گیا

اور اسی سال متعہ بھی ممنوع قرار دیا گیا

گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہوا:

سیدنا عبد اللہؓ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن ہم نے گاؤں سے باہر کچھ گدھے پکڑ کر پکائے، اتنے میں نبی کریم ﷺ کے منادی نے آواز لگائی کہ رسول اللہ نے (گھریلو) گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے، لہذا تم لوگ ہانڈیاں الٹ دو، چنانچہ ہم نے ہانڈیاں الٹ دیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱۵۵)

نکاح متعہ کو حرام کیا گیا:

سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۱۶)

امام ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی شخص کا علم نہیں سوائے روافض کے جو اس کو جائز سمجھتے ہوں (یعنی اجماع امت سے اسکی حرمت ثابت ہے)۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ عَقَدْ وَمَهْرَهَا عَنْهُ النَّجَاشِيُّ نَقَدْ

پھر نبی ﷺ نے ام حبیبہؓ سے نکاح فرمایا

اور ان کا مہر نجاشی بادشاہ نے نبی ﷺ کی طرف سے ادا کیا

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ سے نکاح:

سیدہ ام حبیبہؓ کا اصل نام رملہ تھا اور آپؓ سردارِ قریش سیدنا ابو سفیانؓ بن حرب کی صاحب زادی تھیں۔ آپکی والدہ صفیہ بنت العاص سیدنا عثمانؓ کی پھوپھی تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا اور آپ نے عبید اللہ کے ہم راہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبید اللہ کے انتقال (کچھ کے نزدیک وہ مرتد ہوگئے تھے) کے بعد رسول اللہ ﷺ نے محرم ۷ھ میں سیدنا عمروؓ بن امیہ ضمري کو اپنا خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تو نجاشی کو یہ پیغام بھی دیا کہ ام حبیبہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح کر دے۔ انہوں نے ام حبیبہؓ کی منظوری کے بعد آپؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ نجاشی نے سیدہ ام حبیبہؓ اور آپ ﷺ کا نکاح پڑھایا اور آپ ﷺ کی طرف سے ۴۰۰ اشرفی حق مہر ادا کیا اور سیدنا شر حبیلؓ بن حسنہ کے ساتھ انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ نبی ﷺ نے خیبر سے واپسی کے بعد ان کی رخصتی کرائی۔ آپؓ نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔

آپکے چند مناقب:

1. ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ مہر آپکو عطا کیا گیا۔
2. آپؓ رسول اللہ ﷺ کے نسب کے اعتبار سے سب سے قریبی تھیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَسُمَّ فِي شَاةٍ بِهَا هَدِيَّةْ ثُمَّ اصْطَفَى صَفِيَّةً صَفِيَّةْ

اسی موقع پر ایک زہریلی بکری نبی ﷺ کو ہدیہ کے طور پر دی گئی
پھر سیدہ صفیہؓ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ منتخب فرمایا

آپ ﷺ کو زہر دینے کا واقعہ:

آپ ﷺ کو خیبر کی ایک یہودی عورت زینب بنت حارث نے ایک بھنی ہوئی بکری تحفہ میں بھیجی جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا، پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا: "اپنے ہاتھ روک لو، اس (گوشت) نے مجھے بتایا ہے کہ وہ زہر آلود ہے، چنانچہ بشرؓ بن براء انصاری اس کے کھانے کی وجہ سے فوت ہو گئے، تو آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بلا کر فرمایا ایسا کرنے پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ وہ بولی: اگر آپ نبی ہیں تو جو میں نے کیا ہے وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں نے لوگوں کو آپ سے نجات دلا دی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور قصاصاً وہ قتل کر دی گئی، پھر آپ ﷺ نے اپنی اس تکلیف کے بارے میں فرمایا، جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی، کہ میں برابر خیبر کے اس کھانے کے اثر کو محسوس کرتا رہا یہاں تک کہ اب وہ وقت آگیا کہ اس نے میری شہ رگ کاٹ دی۔

ام المؤمنین سیدہ صفیہؓ سے نکاح:

آپؓ پیغمبر سیدنا ہارونؑ کی اولاد سے تھیں آپ قبیلہ بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی اور بنو قریظہ کے رئیس کی نواسی تھیں۔ آپ کی پہلی شادی مشکم القرظی سے ہوئی اور بعد میں اس سے طلاق ہو گئی۔ اور دوسرا خاوند کنانہ بن ابی الحقیر خیبر میں مارا گیا۔ سیدہ صفیہؓ جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں۔ قیدیوں کی تقسیم کے بعد صفیہؓ سیدنا دحیہؓ قلبی کے حصے میں آئیں۔ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ﷺ نے دحیہؓ کو صفیہؓ بنت حیی عطا کر دی حالانکہ وہ قریظہ اور نضیر قبیلے کی سیدہ ہے،

حقیقتاوہ صرف آپ ﷺ کے شایان شان ہے۔ جس کے بعد آپ ﷺ نے انھیں اپنے لئے منتخب کر کے انہیں آزاد کرا کے ان سے نکاح کیا۔ آپکی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اس میں اختلاف ہے اور آپ بقیع میں مدفون ہیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ أَتَتْ وَمَنْ بَقِي مُهَاجِرَا وَعَقْدُ مَيْمُونَةَ كَانَ الآخِرَا

پھر باقی جو مہاجرین حبشہ میں تھے، وہ بھی مدینہ آگئے

اور سیدہ میمونہؓ سے نکاح نبی ﷺ کا آخری نکاح تھا

حبشہ کے مہاجرین کی واپسی:

مہاجرین حبشہ جب واپس آئے تو اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے۔ ان کی واپسی مسلمانوں کے لئے دوہری خوشی کی باعث تھی۔ سیدنا جعفرؓ فرماتے ہیں ہم جب مدینہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے میرا استقبال کیا اور مجھے اپنے گلے لگالیا اور فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے واپس آنے کی؟ سیدنا جعفرؓ اور انکے ہمراہ سیدنا ابو موسیٰؓ اشعری بھی تھے انکے لیے اور ان کے رفقاء کے لیے حصہ بھی لگایا اور مال غنیمت تقسیم کیا۔ کچھ مہاجرین پہلے ہی آچکے تھے اور بقیہ فتح خیبر کے موقع پر آگئے۔

ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ سے نکاح:

ان کا پہلا نام برہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے میمونہ رکھ دیا۔ ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ بنت الحارث قبیلہ قریش کی اعلیٰ نصب خاتون تھیں۔ سیدہ میمونہؓ کا نکاح پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا، لیکن کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ پھر ابو رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی ۷ھ میں وفات کے بعد آپ نبی ﷺ کے نکاح میں آئیں یہ نبی ﷺ کا آخری نکاح تھا اور سیدہ میمونہؓ سب سے آخری بیوی تھیں۔

یہ چار بہنیں تھیں اور ان چار بہنوں کی ایمان کی گواہی اللہ کے رسول ﷺ نے دی تھی۔

1. ام المومنین سیدہ میمونہؓ۔
2. سیدہ ام الفضل لبابہ الکبری (سیدنا عباسؓ کی زوجہ) جن سے سیدنا عبد اللہؓ ابن عباس پیدا ہوئے۔
3. سلمٰی بنت عمیس (سیدنا حمزہ کی زوجہ محترمہ)۔(ماں شریک بہن)
4. اَسماءؓ بنت عمیس (سیّدنا جعفرؓ طیار کی زوجہ محترمہ)۔(ماں شریک بہن)

ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ کی والدہ ہندؓ بنت عوف کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ دامادوں کے اعتبار سے کوئی عورت اس خوش نصیب بڑھیا کے مقام کو نہیں پہنچ سکتی "العجوز أکرم الناس أصهارا"۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَقَبْلُ إِسْلَامُ أَبِي هُرَيْرَةْ وَبَعْدُ عُمْرَةُ الْقَضَا الشَّهِيرَةْ

اس سے پہلے سیدنا ابو ہریرہؓ ایمان لا چکے تھے
اور بعد میں مشہور عمرہ قضا ہوا

امت کے محدث سیدنا ابو ہریرۃؓ کا اسلام:

آپ کا نام عبد الرحمن بن صخر تھا اور آپ کی کنیت ابو ہریرہ تھی۔ اور اپنی کنیت کی وجہ سے کافی مشہور تھے۔ آپ یمنی تھے اور نسبی تعلق قبیلہ دوس سے تھا۔

آپکی کنیت کی وجہ ان سے پوچھی گئی تو خود فرمایا کہ مجھے ایک بلّی مل گئی تھی جسے میں نے اپنے بغل میں دبائے رکھا تھا اس لئے لوگ ابو ہریرۃ کہنے لگے اور اس بلّی کے بچوں کو آغوش میں لیا پھرتا تھا تو میرے والد نے یہ دیکھ کر پوچھا تمہاری آغوش میں کیا ہے تو میں نے انھیں بتادیا اس پر انہوں نے کہا تم ابو ہریرۃ ہو۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ کچھ ایسا ہے کہ قبیلہ دوس کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سیدنا طفیلؓ بن عمرو الدوسی تھے جنھوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور واپس اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ انکی

دعوت پر مشرف بہ اسلام ہونے والے سیدنا ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کے واقعہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن علماء اہل السیر نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آپ ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے ہی اپنے وطن میں مسلمان ہو چکے تھے۔

اسلام لانے کے بعد آپ عازم سفر ہوئے اور آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ کا رخ کیا۔ اس وقت آپ ﷺ غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ آپؓ خیبر پہنچ کر آپ ﷺ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے اور غزوے میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

آپ اصحاب صُفّہ میں سے تھے۔ اصحاب صُفّہ طلبہ علم اور انتہائی غریب صحابہؓ کرام کی جماعت تھی۔ آپؓ فرماتے ہیں: بعض اوقات جب مجھے بھوک ستاتی تو میں کسی صاحب سے قرآن کی کوئی آیت پوچھتا حالانکہ وہ آیت مجھے خود یاد ہوتی۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ شائد وہ میری جانب متوجہ ہو کر مجھے کھانا کھلا دیں گے۔ اس فقر و فاقے کی زندگی گزارنے کے باوجود امت کے بڑے محسن ہیں کہ سب سے زیادہ نبی ﷺ کی احادیث کو روایت کرنے والے صحابی رسول ہیں۔

صلح حدیبیہ والے عمرے کی قضاء:

صلح حدیبیہ کے ایک سال پورا ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اپنے عمرہ کی قضاء کے طور پر عمرہ کریں۔ نبی ﷺ نے اہل حدیبیہ کو اس کے لیے کہا لیکن بعد میں کچھ اور لوگ بھی اس سفر میں شامل ہو گئے۔ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور لبیک کی صدا لگائی۔ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی لبیک پکارا۔

مکہ میں داخلے کے وقت صحابہ کرامؓ نے تلواریں حمائل کر رکھی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لیے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔ مشرکین مسلمانوں کا تماشہ دیکھنے کے لیے پہاڑ پر جا بیٹھے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ان (مسلمانوں) کو یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ پہلے تین چکر دوڑ کر لگائیں تا کہ مشرکین مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ کر لیں۔ مشرکین نے دیکھا تو کہنے لگے: یہ لوگ جن کے متعلق ہم سمجھ رہے تھے کہ بخار نے انہیں توڑ دیا ہے یہ تو ایسے اور ایسے لوگوں سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے ہمراہ عمرہ مکمل کیا تو وہاں تین دن تک قیام کیا۔ چوتھے دن صبح ہوئی تو مشرکین نے سیدنا علیؓ کے پاس آکر کہا اپنے صاحب سے کہو کہ ہمارے یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ مدت گزر چکی ہے۔ اس کے بعد رسول ﷺ وہاں سے چلے آئے۔

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد چار عمرے کیے جو سب کے سب ذی القعدہ کے مہینہ میں تھے:

1. پہلا عمرہ حدیبیہ کے موقع پر۔
2. دوسرا عمرہ حدیبیہ کے اگلے سال قضاء والا۔
3. تیسرا عمرہ آپ ﷺ نے حج کے ساتھ کیا۔
4. چوتھا عمرہ جب آپ حنین کی جانب نکلے اور مکہ واپسی پر جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہوئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَالرُّسْلَ فِي مُحَرَّمٍ الْمُحَرَّمِ أَرْسَلَهُمْ إِلَى الْمُلُوكِ فَاعْلَمِ
وَأُهْدِيَتْ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةْ

اور محرم کے مہینے میں نبی ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے پاس دعوتی خطوط بھیجے
ان خطوط کے ذریعے نبی ﷺ نے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی، یہ جان لو
اور ماریہؓ قبطیہ نبی ﷺ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئیں

ملوک کے پاس قاصدوں کا بھیجا جانا:

آپ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے معلومات رکھنے والے تجربہ کار صحابہ کو بطور قاصد منتخب فرمایا۔ اور انہیں بادشاہوں کے پاس خطوط دے کر روانہ فرمایا۔

1. قیصر: ان کے لئے سیدنا دحیہؓ کلبی کو منتخب کیا گیا۔ اس نے اپنی بادشاہت چھن جانے کے خوف سے اسلام قبول نہیں کیا۔
2. کسریٰ: اس کے لئے سیدنا عبد اللہؓ بن حذافہ کو منتخب فرمایا۔ سب سے برا ردعمل اس کا تھا، خط ملتے ہی تکبر سے چاک کر دیا۔
3. مصر: اس کے لئے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہؓ کا انتخاب فرمایا گیا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن تحائف وغیرہ دے کر روانہ کیا جس میں ماریہؓ قبطیہ بھی تھیں۔
4. نجاشی: ان کے لئے سیدنا عمروؓ بن امیہ ضمری کو منتخب کیا گیا۔ یہ مسلمان تھے اور بعض نے کہا خط کے بعد مسلمان ہوئے۔

سیدہ ماریہؓ قبطیہ:

آپ ﷺ نے جب شاہ مقوقس مصری کے نام خط جاری کیا تو انہوں نے جوابی خط کے ہمراہ چند تحائف بھی آپ کی خدمت میں بھیجے جن میں ماریہؓ قبطیہ باندی کے طور پر بھیجی گئیں تھیں۔ انھی کے بطن سے آپ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

ان کے ازواج مطہرات میں شامل ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا شمار امہات المومنین میں ہوتا ہے لیکن محققین علماء نے ان کو لونڈی شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆ ☆☆☆

آٹھویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

فِـيـهِ وَفِي الـثَّـامِـنَـةِ الـسَّـــرِيَّـةْ
لِمُؤْتَـةٍ سَـــارَتْ وَفِي الصِّـــيَـامِ قَـدْ كَـانَ فَـتْـحُ الْـبَـلَـدِ الْحَـرَامِ

پھر آٹھویں سال میں لشکر روانہ کیا گیا
غزوۂ موتہ کے لئے، اور پھر رمضان میں
بلدِ حرام (مکہ مکرمہ) کی فتح ہوئی

سریہ موتہ:

یہ سب سے بڑا خونریز معرکہ تھا جو مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ آپ ﷺ نے سیدنا حارثؓ بن عمیر ازدی کو اپنا خط دے کر حاکم بُصریٰ کے پاس روانہ کیا تو انہیں قیصر روم کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو بلقاء پر مامور تھا گرفتار کر لیا اور بے دردی سے شہید کر دیا۔ آپ ﷺ پر یہ بات سخت گراں گزری اور آپ ﷺ نے اس علاقہ پر فوج کشی کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا سپہ سالار سیدنا زیدؓ بن حارثہ کو مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ اگر زیدؓ قتل کر دیے جائیں تو جعفرؓ اور جعفرؓ قتل کر دیے جائیں تو عبد اللہؓ بن رواحہ سپالار ہوں گے اور اگر وہ بھی قتل کر دیے جائیں تو جس پر اتفاق ہو جائے اسی کو مقرر کیا جائے۔ اسلامی لشکر جنگ کی طرف روانہ ہوا اور مدینہ والوں نے ان جانبازوں کو الوداع کہا۔ راستے میں کہیں پڑاؤ ڈالا تو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ روم بلقاء کے علاقے میں مآب کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کا لشکر خیمہ زن ہے اور ان کے ساتھ مزید ایک لاکھ کی تعداد میں عرب قبائل کے باشندے بھی جمع ہیں۔ یہ کل ملا کر دو لاکھ کی فوج ہوئی بمقابلہ صرف تین ہزار مسلمانوں کے۔ یہ نسبت یہ بن رہی تھی کہ ایک مسلمان کے

مقابلے میں تقریباچھ سو کفار تھے ان حالات کو دیکھ کر مسلمانوں نے مجلس شوریٰ منعقد کی اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دینے کا سوچالیکن سیدنا عبد اللہؓ بن رواحہ نے اس بات کی مخالفت کی اور یہ کہہ کر لوگوں کو گرمادیا کہ لوگو! اللہ کی قسم! جس چیز سے آپ کترا رہے ہیں یہ وہی توشہادت ہے جس کی طلب میں آپ نکلے ہیں۔ پس انھی کی بات پر اتفاق ہوا۔

مسلمان موتہ کی جانب خیمہ زن ہوئے اور دشمن سے مزید قریب ہوگئے۔ اسی مقام میں فریقین کے درمیان ٹکراؤ ہوا اور نہایت تلخ لڑائی شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے چہیتے سیدنا زیدؓ بن حارثہ نے علَم لیا اور بہادری سے لڑے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ دوسری باری سیدنا جعفرؓ طیار کی تھی یہ بھی بہادری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑا یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا اور اس کے بعد انھیں بھی شہید کر دیا گیا انکے دونوں ہاتھ کٹنے کی وجہ سے اللہ نے جنت میں انھیں دو بازو عطا کئے جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں۔ اسی لیے ان کا لقب جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین پڑ گیا۔ اس کے بعد سیدنا عبد اللہ بن رواحہؓ نے شجاعت دیکھائی اور آگے بڑھ کر لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ رسول اللہ کو یہ ساری خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ بتادی۔

اس کے بعد صحابہ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو منتخب کیا اور انہوں نے جھنڈا لیتے ہی نہایت پر زور جنگ کی۔ اتنی شجاعت اور بہادری سے لڑے کہ خود فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اسی جنگ میں انہیں "سیف اللہ المسلول" کے لقب سے نوزا گیا اور اللہ نے آپکے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب کی اس دن کے بعد آپ کو کبھی کسی جنگ میں شکست نہیں ہوئی۔ اس جنگ میں صرف تیرہ صحابہ شہید ہوئے۔

فتح مکہ:

اس غزوے کا سبب یہ بنا کہ صلح حدیبیہ میں معاہدے کی ایک دفعہ یہ تھی کہ جو کوئی محمد ﷺ کے عہدوپیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہوسکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عہدوپیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہوسکتا ہے۔ اس دفعہ کے تحت بنو خُزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہدوپیمان میں داخل ہوگئے اور بنو بکر قریش کے عہدوپیمان میں۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب دونوں فریق ایک دوسرے سے مطمئن ہوگئے تو بنو بکر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر چاہا کہ بنو خزاعہ سے پرانا بدلہ چکالیں۔ چنانچہ انہوں نے بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا۔ قریش نے اس حملہ میں بنو بکر کی مدد

کی۔ اس حملے کو لیکر عمرو بن سالم جو بنو خزاعہ کے سردار تھے نبی ﷺ کے پاس آئے اور پورا قصہ ذکر کیا اور کچھ بنو خزاعہ کے مزید لوگ بھی آئے بعد میں، نبی ﷺ کو اس عہد شکنی کی اطلاع دی اور اس کے بعد مکہ لوٹ گئے۔

قریش کو واقعہ کی نزاکت کا اندازہ ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ابو سفیان کو عہد و پیمان کو مزید بڑھانے کے لئے روانہ کیا لیکن وہاں جاکر کچھ نہ بن سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور اس پورے معاملہ کو خفیہ رکھنے کو کہا۔ ادھر سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ ابی بلتعہ بدری نے اپنے ذاتی معاملات کی بنا پر قریش کو ایک رقعہ لکھ کر یہ اطلاع بھیجنا چاہی کہ رسول اللہ ﷺ حملہ کرنے والے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ خبر دی گئی اور اس خط کو ایک عورت سے بر آمد کیا گیا۔

آپ ﷺ تیار ہو کر دس ہزار ۱۰,۰۰۰ صحابہ کے ہمراہ نکلے اور مکے کا رخ کیا۔ راستے میں آپ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی غرض سے آرہے تھے اور ابو سفیان بھی اسی دوران مسلمانوں کا پتا لگانے نکلے تھے، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو وہ ابو سفیان کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے کہ ان کے لیے امان طلب کریں لیکن وہاں جاکر اللہ نے انھیں ایمان کے نور سے روشناس کر دیا اور مسلمان ہو گئے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! ابو سفیان رضی اللہ عنہ اعزاز پسند ہے، لہذا اسے کوئی اعزاز دے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جو ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔ اس کے بعد سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھاگے دوڑے مکہ پہنچے اور وہاں اعلان کر دیا کہ نبی ﷺ بڑی لشکر کے ساتھ آرہے ہیں اور تم میں انکے ساتھ لڑنے کی قوت نہیں۔ اور سب کو بتا دیا کہ جو میرے گھر میں داخل ہو گا اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کرلے اسے بھی امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔

رسول اللہ ﷺ آگے پیچھے اور گرد و پیش میں موجود انصار و مہاجرین کے جلو میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے۔ آگے بڑھ کر حجر اسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے۔ آپ ﷺ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے، اور کہتے جاتے تھے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [الاسراء : ۸۱]

(حق آگیا اور باطل چلا گیا، باطل جانے والی چیز ہے)

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ بغیر لڑے اللہ نے ایک عظیم فتح مسلمانوں کو دلائی۔ اس موقع پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ سکونت کی ایک لہر تھی اور بڑا پر سکون ماحول تھا۔ اس فتح عظیم کی وجہ سے امن امان کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ اس فتح کے بعد پورے جزیرۃ العرب کے سیاسی اور دینی اُفق پر مسلمانوں کا سورج چمک اٹھا جس میں پوری صورت حال مسلمانوں کے قابو میں تھی۔ دیگر عرب قبائل کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارا نہیں تھا کہ وفود کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَهُ قَدْ أَوْرَدُوا مَا كَانَ فِي يَوْمِ حُنَيْنٍ ثُمَّ يَوْمِ الطَّائِفِ

اور اس کے بعد مورخین نے بیان کیا جو کچھ پیش آیا

حنین کے دن، پھر طائف کے دن جو واقعات ہوئے

غزوہ حنین:

فتح مکہ کے بعد کچھ طاقتور اور متکبر قبائل تسلیم نہیں ہونا چاہتے تھے ان قبیلوں میں ہوازن اور ثقیف سر فہرست تھے۔ انہیں یہ بات اپنی خودی اور عزت نفس کے خلاف معلوم ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کے سامنے سپر انداز ہو جائیں۔ ان لوگوں نے اپنے ساتھ اپنے مال، مویشی اور بال بچے سب لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے کوچ فرمایا۔ بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ کی فوج آپ کے ہمراہ تھی۔ دس ہزار وہ جو فتح مکہ کے لیے آپ کے ہمراہ تشریف لائی تھی اور دو ہزار باشندگان مکہ سے، جن میں اکثریت نو مسلموں کی تھی۔ کفار کی کل فوج بیس ہزار ۲۰۰۰۰ تھی۔ دوران سفر مسلمانوں نے لشکر کی کثرت کے پیش نظر کہا کہ ہم آج ہر گز مغلوب نہیں ہو سکتے اور یہ بات رسول اللہ ﷺ پر گراں گذری تھی۔

کفار کے ساتھ مسلمانوں کا آمنا سامنا حنین میں ہوا۔ وہ دشمن کے وجود سے قطعی بے خبر تھے۔ اس لیے وہ بے خبری کے عالم میں پورے اطمینان کے ساتھ قریب ایک وادی میں اتر رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ اس اچانک

حملے سے مسلمان سنبھل نہ سکے اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی کسی کی طرف تاک نہ رہا تھا۔ بالکل فاش شکست تھی۔ اللہ نے قرآن میں اسکا ذکر یوں کیا:

﴿إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا﴾ [التوبة :]

(جب تمہیں تمہاری کثرت نے غرور میں ڈال دیا تھا۔ پس وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی)

ان نازک ترین لمحات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا۔ یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ ﷺ کا رخ کفار کی طرف تھا اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب

(میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

اسکے بعد آپ ﷺ نے سیدنا عباس کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے آواز دیں۔ چنانچہ انکی ندا سن کے مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور دوبارہ میدان میں آ گئے دیکھتے دیکھتے فریقین میں دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی۔ اس دوران فرشتوں کے ذریعے بھی اللہ نے مدد بھیجی:

﴿وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [التوبة :]

(اور ایسے لشکر بھیجے جسے تم لوگوں نے نہیں دیکھا)۔

اسی دوران آپ ﷺ نے زمین سے ایک مُٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: "شاهت الوجوه" (چہرے بگڑ جائیں)۔ یہ مُٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے بھر نہ گئی ہو۔ مٹی پھینکنے کے بعد چند ہی ساعت گذری تھی کہ دشمن کو فاش شکست ہو گئی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں قیدی چھ ہزار ۶۰۰۰، اونٹ چوبیس ہزار ۲۴۰۰۰، بکری چالیس ہزار ۴۰۰۰۰ سے زیادہ، چاندی چار ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ ۱۲۰ گرام ہوتا ہے)۔ اس پورے مال غنیمت کو جعرانہ میں روک کر سیدنا مسعودؓ بن عمرو غفاری کی نگرانی میں دے دیا۔ تاکہ تقسیم بعد میں کیا جا سکے۔

غـــزوہ طائـــف:

جنگ حنین میں فاش شکست کھانے کے بعد ہوازن و ثقیف کے بیشتر شکست خوردہ افراد بھاگ کر طائف ہی آئے تھے اور قلعہ بند ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ طائف پہنچے اور قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ بیس دنوں تک رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے اہل طائف پر منجنیق نصب کی اور متعدد گولے پھینکے، جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔

جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور قلعہ قابو میں آتا نظر نہ آیا اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی تب آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا اور وہاں سے چلے گئے۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ثقیف پر بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔ تاریخ نے دیکھا کہ یہ لوگ بعد میں اسلام بگوش ہوئے۔ یہ لوگ جنگجو قبائل تھے اور کافی مہارت رکھتے تھے (خلافت صدیقی کے دور میں ارتداد کے فتنے میں بنو ثقیف پیش پیش رہے اور بہت فتوحات میں انکا اچھا کردار رہا)۔

محاصرے سے واپسی پر جعرانہ پر آئے جہاں مال غنیمت چھوڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے سارا مال "مؤلفة القلوب" جو نئے مسلمان ہوئے تھے ان میں تقسیم کر دیا جس پر انصار نے ناراضگی کا اظہار کیا تو نبی ﷺ نے انھیں بلوا کر ان سے فرمایا: اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟ رسول اللہ ﷺ کا یہ خطاب سن کر لوگ اس قدر روئے کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور کہنے لگے: ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدُ فِي ذِي الْقَعْدَةِ اعْتِمَارُهْ   مِنَ الْجِعِرَّانَةِ وَاسْتِقْرَارُهْ

اس کے بعد ذوالقعدہ میں آپ ﷺ نے عمرہ ادا کیا

جعرانہ سے، اور پھر وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا

جعرانہ سے عمرہ:

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر جعرانہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا۔ یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ آپ ﷺ نے یہاں تیرا دن تک قیام کیا اس کے بعد سیدنا عتّابؓ بن اسید کو مکہ کا والی بنا کر مدینہ روانہ ہو گئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبِـنْـتُـهُ زَيْـنَـبُ مَـاتَـتْ ثُمَّـا مَـوْلِـدُ إِبْـرَاهِـيمَ فِـيهَـا حَـتْـمَـا

پھر آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینبؓ کا انتقال ہوا

اور اسی سال ابراہیم (ابن رسول اللہ ﷺ) کی ولادت ہوئی

آپ ﷺ کی بیٹی زینب کی وفات:

ہبار بن اسود نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کو ان کی ہجرت کے موقع پر ایسا کچو کا مارا تھا کہ وہ ہودج سے ایک چٹان پر جا گری تھیں اور اس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وفات کے وقت وہی زخم تازہ ہو گئے تھے جو اس واقعہ میں انہیں پہنچے تھے۔

آپ ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے کیونکہ اس کو میری وجہ سے بہت تکالیف پہنچی ہیں۔

آپ ﷺ ان کی وفات پر بہت غمزدہ تھے، عورتیں رو رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دکھ جو آنکھ اور دل سے ظاہر ہو وہ اللہ کی طرف سے ایک پیدا شدہ جذبہ ہے اور رحمت اور طبعی محبت کا نتیجہ ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہو وہ شیطانی فعل ہے۔

آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی پیدائش:

رسول اللہ ﷺ کے فرزند جناب ابراہیم سیدہ ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر سیدہ سلمیٰؓ (دایہ) نے اپنے خاوند ابورافع کو بچے کی خوشخبری دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، انہوں نے جاکر اطلاع دی آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے میں نے اپنے جد جناب ابراہیمؑ کے نام پر اس کا نام "ابراہیم" رکھا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَوَهَبَتْ نَوْبَتَهَا لِعَائِشَةْ سَوْدَةُ مَا دَامَتْ زَمَانًا عَائِشَةْ

اور سودہؓ نے اپنی باری عائشہؓ کو دے دی

جب تک سیدہ عائشہؓ زندہ رہیں

ام المؤمنین سیدہ سودہؓ کا ازدواجی حقوق سے دستبرداری:

ام المومنین سودہؓ کے مزاج میں تیزی تھی، جسم بھاری تھا، عمر بھی خاصی ہو چکی تھی۔ ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں اللہ کے رسول ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔ مگر ان کی خواہش تھی کہ قیامت کے روز ازواج مطہراتؓ کے زمرے میں اٹھائی جائیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی کہ میں اپنی باری سیدہ عائشہؓ کو "ہبہ" کر دینا چاہتی ہوں۔ پھر آپ سیدہ عائشہؓ کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن سیدہ عائشہؓ کی باری کا اور ایک دن سیدہ سودہؓ کی باری کا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَعُمِلَ الْمِنْبَرُ غَيْرَ مُخْتَفِ وَحَجَّ عَتَّابٌ بِأَهْلِ الْمَوْقِفِ

اور منبر تیار کیا گیا، سب کے سامنے
اور عتابؓ (بن اسید) نے اہل مکہ کو حج کرایا

آپ ﷺ کے لئے منبر کا بنایا جانا:

مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ جب خطبہ کے لیے تشریف لاتے تو آپ ان میں سے ایک تنے کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ پھر ایک انصاری عورت نے کہا یارسول اللہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے، کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک منبر تیار کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو کر دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے لیے منبر تیار کر دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ ﷺ اس منبر پر تشریف لے گئے۔ اس پر اس کھجور کے تنے سے بچے کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ جس طرح بچوں کو چپ کرنے کے لیے لوریاں دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی طرح اسے چپ کرایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ تنا اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اللہ کے اس ذکر کو سنا کرتا تھا جو اس کے قریب ہوتا تھا۔

والی مکہ سیدنا عتّابؓ بن اسیدؓ کا حج:

آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے سیدنا عتّاب بن اسیدؓ کو مکہ کا والی مقرر کیا تھا۔ پھر اسی سال کا حج آپ کی امارت میں ادا ہوا کہ انھیں نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ پر اپنا عامل بنایا تھا۔ اگرچہ عتابؓ بن اسید کو حج کی ذمہ داری سونپی گئی تھی لیکن مسلمانوں اور مشرکین کے حج میں اس وقت تک کوئی امتیاز قائم نہ کیا جا سکا تھا۔

مکہ میں بعض مقرر اشخاص:

1. سیدنا عتابؓ بن اسید: یہ مکہ کے گورنر تھے۔
2. سیدنا معاذؓ بن جبل: یہ مکہ میں بطور معلّم مقرر تھے۔
3. سیدنا ابو محذورہؓ: یہ بطور مؤذن مقرر کئے گئے تھے۔

☆☆☆ ☆☆☆

نویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ تَبُوكَ قَدْ غَزَا فِي التَّاسِعَةْ وَهَدَّ مَسْجِدَ الضِّرَارِ رَافِعَهْ

پھر غزوۂ تبوک آپ ﷺ نے نویں ہجری میں کیا
اور مسجدِ ضرار کو منہدم کیا

غزوہ تبوک:

اب اندرونی مشکلات کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا اور مسلمان شریعت الٰہی کی تعلیم عام کرنے اور اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے یکسو ہو گئے تھے۔ اس لیے جہاد اسلامی کی فرضیت اور دعوت اسلامیہ کی عالمی تبلیغ کا تقاضا تھا کہ اب نبی کریم ﷺ اپنی دعوتی کوششوں کا رخ ان رومیوں کی طرف کرتے جو بلاد عربیہ کے پڑوسی تھے۔ اس جنگ کا سبب یوں بنا کہ شرحبیل بن عمرو غسانی جو رومیوں کا آلۂ کار تھا، اس نے سفیر رسول ﷺ سیدنا حارثؓ بن عمیر ازدی کو قتل کر دیا جو رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر بصریٰ کے حاکم کے پاس جا رہے تھے۔ اسی حادثے کے نتیجہ میں موتہ نامی مقام پر ان سے مسلمانوں نے خوفناک ٹکر لی مگر یہ لشکر ان متکبر ظالموں سے انتقام لینے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔

ادھر مدینہ میں پے درپے خبریں پہنچ رہی تھیں کہ رومی مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن معرکے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ہمہ وقت کھٹکا لگا رہتا تھا۔ منافقین بھی اسی دوران مسلمانوں کے حوصلہ شکنی کے لئے کوشاں تھے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو رومیوں کے خلاف جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا جبکہ لوگ شدید تنگدستی سخت گرمی اور خشک سالی سے دوچار تھے، اور فی الحال نہیں چاہتے تھے کہ وہ دور کا سفر کریں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو پہلے سے اطلاع دے دی کیونکہ راستہ طویل تھا، طویل مدت مطلوب تھی، اور دشمن کی تعداد کثیر تھی (تقریباً دو لاکھ کے قریب) تاکہ لوگ اچھی طرح تیار ہو کر نکلیں۔

وقت کی مناسبت دیکھ کر آپ ﷺ نے صدقہ وخیرات کرنے کی فضیلت بیان کی اور اللہ کی راہ میں اپنا نفیس مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی۔ یہ سن کر سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اجر وثواب کے حصول کے لیے صدقہ کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے۔ سیدنا ابو بکرؓ اپنا سارا مال لے کر آئے جو چار ہزار درہم تھا۔ جناب عمرؓ بن خطاب اپنا نصف مال لے کر آئے۔ عبد الرحمنؓ بن عوف یک سو اوقیہ سونا لے کر آئے۔ عباسؓ بن عبد المطلب، طلحہؓ بن عبید اللہ اور عاصمؓ بن عدی بہت سارے اموال لے کر آئے۔ مسلمان عورتوں نے اپنے زیورات وجواہر صدقہ کر دیے۔ اس جنگ میں سیدنا عثمانؓ غنی کی عظیم سخاوت سامنے آئی، انہوں نے بہت مال خرچ کیا یہاں تک کہ ان کے صدقے کی مقدار نقدی کے علاوہ ۹۰۰ اونٹ جو ساز وسامان سے لدے تھے اور ایک سو گھوڑوں تک جا پہنچی۔ اسی دن آپ نے سیدنا عثمانؓ کے بارے میں فرمایا آج کے بعد عثمانؓ جو چاہیں کریں، ان کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ نے یہ بات بار بار دہرائی۔

اب اس دھوم دھام جوش وخروش اور بھاگ دوڑ کے نتیجے میں لشکر تیار ہو گیا۔ صحابہ کرام کی تعداد تیس ہزار ۳۰۰۰۰ تھی۔ سفر جاری رہا یہاں تک کہ اسلامی لشکر تبوک میں اتر کر خیمہ زن ہوا۔ وہ رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار تھا۔ لیکن روم اور ان کے حلیفوں کا یہ حال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر ان کے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی "نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ" (ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی)۔ انہیں آگے بڑھنے اور ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور وہ اندرون ملک مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ ان کے اس طرز عمل کا اثر جزیرہ عرب کے اندر اور باہر مسلمانوں کی فوجی ساکھ پر بہت عمدہ مرتب ہوا۔ اس طرح کوئی ٹکر نہ ہوئی۔ اللہ تعالی جنگ کے معاملے میں مومنین کے لیے کافی ہوا۔

مدینہ میں آپ ﷺ کی آمد کی خبر پہنچی تو عورتیں بچے اور بچیاں باہر نکل پڑیں۔ اور زبردست اعزاز کے ساتھ لشکر کا استقبال کرتے ہوئے یہ نغمہ گنگنایا۔

طلع البدر علينا   من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا   ما دعا لله داع

(ہم پر ثنیۃ الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارے ہم پر شکر واجب ہے)

امام ابن القیمؒ کے نزدیک یہی راجح ہے کہ مدینہ کی عورتوں نے آپ کی شان میں یہ اشعار غزوہ تبوک سے واپسی ہوتے وقت پڑھے تھے، ہجرت کے وقت نہیں۔

اس جنگ میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ تین صحابی کعبؓ بن مالک، مرارہؓ بن ربیع اور ہلال بن امیہؓ بغیر کسی عذر کے جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ﴾ [التوبة : 118]

(اور ان تین شخصوں پر بھی (اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا) جو پیچھے رہے تھے، یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی)

جس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ ان تینوں سے بات چیت نہ کریں۔ چنانچہ ان کے خلاف سخت بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ لوگ بدل گئے، زمین کشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی۔ سختی یہاں تک بڑھی کہ چالیس روز گزرنے کے بعد حکم دیا کہ اپنی عورتوں سے بھی الگ ہو جائیں، لیکن جب بائیکاٹ کے پچاس روز پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور یہ تینوں بشمول دیگر صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

مسجد الضرار کو گرایا گیا:

مسجد ضرار کی بنیاد اہل ایمان کے درمیان تفرقہ اندازی اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر اور ان سے لڑنے والوں کے لیے گھات کی جگہ فراہم کرنے کے ناپاک مقصد پر رکھی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة : ١٠٧]

(اور وہ منافقین بھی ہیں جنھوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کی باتیں کرنے کے لیے اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی)

منافقین نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ﷺ اس میں نماز پڑھ دیں۔ اس سے منافقین کا مقصد یہ تھا کہ وہ اہل ایمان کو فریب میں رکھیں اور انہیں پتہ نہ لگنے دیں کہ اس مسجد میں ان کے خلاف سازش اور دسیسہ کاری کی کارروائیاں انجام دی جا رہی ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں نماز کی ادائیگی کو جنگ سے واپسی تک کے لیے مؤخر کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ جب تبوک سے مدینہ واپس آنے لگے، اور مقام ذی اوان میں ٹھہرے، تو آپ کے پاس جبریل ؑ مسجد ضرار کی خبر لے کر آئے، اور آپ ﷺ کو منافقین کے کفر اور تفریق بین المسلمین کی سازش کی اطلاع دی۔ آپ نے فوراً مدینہ پہنچنے سے پہلے کچھ صحابہ کرام ؓ کو بھیج کر اس مسجد کو مسمار کروادیا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَحَجَّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ وَثَمْ تَلا بَرَاءَةً عَلِيٌّ وَحَتَمْ
أَنْ لَا يَحُجَّ مُشْرِكٌ بَعْدُ وَلاَ يَطُوفُ عَارٍ ذَا بِأَمْرٍ فُعِلاَ

اور لوگوں کو حج سیدنا ابو بکر ؓ نے کرایا

اور وہاں سیدنا علی ؓ نے سورۂ براءت (توبہ) سنائی

کہ اب مشرک حج نہ کرے

اور نہ کوئی برہنہ طواف کرے، یہ حکم دیا گیا

سیدنا ابو بکر ؓ کو امیر حج مقرر کیا گیا:

اسی سال آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حج کے لیے بھیجا اور سیدنا ابو بکر ؓ صدیق کو اس قافلہ حج کا امیر مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ کی دو سال حج پر نہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اب تک مشرکین دور جاہلیت کے رواجات کے مطابق مناسک ادا کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابو بکر ؓ صدیق کی روانگی کے بعد سورۃ براءت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ جن کی بنا پر مشرکین سے صرف بیت اللہ شریف میں داخلہ پر ہی پابندی نہ لگائی گئی بلکہ ان سے مکمل برأت کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد آپ نے سیدنا علی ؓ کو بھی بھیج دیا کہ وہ حج کے اجتماع عظیم میں ان آیات کا اعلان کر دیں۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: سیدنا علی ؓ نے بھی ہمارے ساتھ منیٰ میں برأت کی منادی کی اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔

سیدنا علی ؓ سے پوچھا گیا کہ حج میں آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چار باتیں۔

1. ایک یہ کہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔
2. دوسرا جس کافر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا معاہدہ صلح ہے وہ مدت مقررہ تک بحال رہے گا۔
3. تیسرا جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ان کے لیے چار ماہ کی مدت ہے یا تو وہ اسلام لے آئیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے یا پھر یہاں سے چلے جائیں۔
4. چوتھا یہ کہ اس سال کے بعد مشرک اور مسلمان حج میں جمع نہ ہوں گے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَجَاءَتِ الْوُفُودُ فِيهَا تَتْرَى هَذَا وَمِنْ نِسَاهُ آلَى شَهْرَا

اور وفود مسلسل آنے لگے

اسی دوران آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک مہینے کے لیے کنارہ کشی کی

عام الوفود:

عرب قبائل کو مسلمانوں اور قریش کے درمیان فتح و شکست کا انتظار تھا وہ اپنے قبول اسلام کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے۔ ان کے نزدیک قریش اور مکہ کی سرزمین مقدس سمجھی جاتی تھی اسی لیے ان کا عقیدہ تھا کہ مکہ پر اسی کا غلبہ ہو گا جو حق پر ہو گا۔ چنانچہ جیسے ہی مکہ فتح ہوا اور قریش سرِ خم تسلیم ہو گئے تو ان تمام عرب قبائل نے اسلام کا اعلان کر دیا جو اب تک شرک پر اڑے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ یہ سب قبائل وفود کی شکل میں آنے لگے اہل مغازی نے جن وفود کا تذکرہ کیا ہے ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔ ہم یہاں صرف چار قبائل کا ذکر کرینگے جو قریش کے بعد سب سے بڑے قبائل سمجھے جاتے تھے اور احادیث مبارکہ میں جو اکثر تعلیمات اور نصیحتیں ملتی ہیں وہ اکثر و بیشتر انھیں کو دی گئیں تھیں:

1. بنو تمیم: بنو تمیم کا ایک بڑا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس میں ان کے مشہور سرداران شامل تھے۔ بنو تمیم کی فضیلت میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے جب سے رسول اللہ کی زبان مبارک سے بنو تمیم

کے بارے میں تین باتیں سنی ہیں، ان سے محبت کرنے لگا ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: یہ لوگ دجال سے مزاحمت میں شدید ہوں گے۔ (صحیح البخاری:۴۳۶۶)

2. اور ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ صدیقہ کے پاس ان میں سے ایک لونڈی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ اسے آزاد کر دو، یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، اور جب ان کے صدقات آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔ (ایضاً)

3. بنو طئ: یہ عدی بن حاتم کا قبیلہ تھا۔ جب ان کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، ان میں ایک آدمی "زید الخیل" نام کا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی میرے پاس کسی شخص کی تعریف کی گئی تو سامنے ملنے پر میں نے اسے کم ہی پایا لیکن اس کی تعریف اتنی نہیں کی گئی جتنی کا وہ مستحق تھا۔ آپ ﷺ نے پھر اس کا نام "زید الخیر" رکھ دیا، اور اسے بہت سارے تحائف اور زمین وجائداد سے نوازا۔

4. بنو حنفیہ: رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی حنفیہ کا وفد آیا ان میں "مسیلمہ کذاب" بھی تھا۔ سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آیا تو کہنے لگا: اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنادے گا تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت ثابتؓ بن قیس بن شماس تھے، اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک لکڑی تھی، مسیلمہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تھا، آپ نے فرمایا اگر تم مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا بھی مانگو گے تو نہیں دوں گا۔

5. بنو قیس: ایک دن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے دوران گفتگو فرمایا کہ عنقریب ادھر سے سواروں کی ایک جماعت آئے گی جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ عمر کھڑے ہو کر اس جانب دیکھنے لگے، تو تیرہ سواروں کا ایک قافلہ آرہا تھا۔ انہوں نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ کہا: ہم بنی عبد القیس کے لوگ ہیں۔ اس کے بعد وہ تیزی سے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور آپ ﷺ کا دستِ مبارک پکڑ کر اسے چومنے لگے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اتنے مشغول ہو گئے کہ ظہر کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکے اور بعد میں ان کو عصر کے بعد ہی ادا کیں۔

واقعہ ایلاء:

مسلمانوں کی کثرت سے فتوحات کے نتیجے میں جب حالت کچھ بہتر ہو گئے تو انصار ومہاجرین کی خواتین کو دیکھ کر آپ ﷺ کی بیویوں نے بھی نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا۔ آپ ﷺ کسی صورت اپنی زہد و قناعت کی زندگی ترک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ آپ ﷺ تو اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔" (اے اللہ! آل محمد کا رزق گزارے کے برابر کر دے)۔ (صحیح البخاری:٦٤٦٠)

بیویوں کے اصرار پر آپ ﷺ کو سخت رنج اور صدمہ ہوا اور آپ نے قسم کھالی کہ میں ایک ماہ تک تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔اسے "ایلاء" کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الاحزاب: ٢٨]

(اے نبی! آپ ﷺ اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہیئے، تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں)

﴿وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: ٢٩]

(اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسول چاہیئے اور آخرت کی بھلائی چاہیئے، تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک عمل کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ازواج مطہرات میں سب سے پہلے سیدہ عائشہؓ صدیقہ کے پاس جا کر کہا: میں تم سے ایک بات کہنے لگا ہوں کوئی حرج نہیں کہ اس کے جواب میں جلدی نہ کرو اور اپنے ماں باپ سے مشورہ کر لو۔ عائشہ نے کہا: کیا میں اس کے متعلق اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی باقی بیویوں کو بھی اختیار دیا، انہوں نے بھی وہی بات کہی جو عائشہؓ نے کہی تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ النَّجَاشِيَّ نَعَى وَصَلَّى   عَلَيْهِ مِنْ طَيْبَةَ نَالَ الْفَضْلَا

پھر نجاشی کا انتقال ہوا اور آپ ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی
مدینہ سے ہی نماز پڑھی، اور اسے شرف بخشا گیا

نجاشی کی وفات اور جنازہ:

نجاشی رحمہ اللہ حبشہ کے بادشاہ تھے ان کا نام "اصحمہ" تھا۔ یہ آپ ﷺ کے دور میں موجود ہونے کے باوجود صحابیت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ ایسے شخص کو شرعی اصطلاح میں " مُخضرم" کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نجاشیؒ کی موت کی خبر اسی دن دے دی تھی جس دن ان کا انتقال ہوا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائی کی مغفرت کے لیے دعا کرو اور آپ صحابہ کرام کے ساتھ جنازہ گاہ تشریف لے گئے پھر آپ نے ان کا غائبانہ جنازہ بھی پڑھایا۔

☆☆☆ ☆☆☆

دسویں اور آخری ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَمَـاتَ إِبْرَاهِيمُ فِي الْعَـامِ الْأَخِيرْ   وَالْبَجَلِيْ أَسْـــلَمَ وَاسْمُـهُ جَرِيرْ

اور سیدنا ابراہیم (بیٹا) آخری سال میں وفات پا گئے

اور قبیلہ بجیلہ کے جریرؓ اسلام لائے

ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی وفات:

آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم سیدہ ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جنگ تبوک کے کچھ عرصے کے بعد بیمار ہو گئے، اس وقت ان کی عمر سولہ یا اٹھارہ ماہ تھی۔

جناب انسؓ کہتے ہیں: میں نے ابراہیم کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے جان کنی کی حالت میں دیکھا، آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے، سیدنا عبدالرحمنؓ بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے اور آپ کے مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہو گئے:

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

(آنکھ آنسو بہا رہی ہے، اور دل غمزدہ ہے، لیکن ہم وہی بولیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے، اللہ کی قسم! اے ابراہیم ہم تیرے فراق پر بہت زیادہ غمگین ہیں)

جس دن ابراہیم کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج گرہن لگا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ غالباً یہ سورج گرہن ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِي

(یقیناً چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے)

(صحیح البخاری:1063)

سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلیؓ کا قبول اسلام:

سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلیؓ دراز قد خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ سیدنا عمرؓ ان کو "یوسف ھذہ الامۃ" (اس امت کا یوسف) کہا کرتے تھے۔

آپؓ فرماتے ہیں: میں نے جب سے اسلام قبول کیا رسول اللہ ﷺ نے مجھے کبھی اپنے حجرے سے باہر نہیں روکا اجازت طلب کرنے پر اور آپ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا آپ ﷺ مسکرائے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اسلام کے بعد آپ کا بہت اکرام کیا اور صحابہ کرام سے فرمایا: "إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ" (جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو)۔ رسول اللہ ﷺ نے آپکو اپنی چادر پر بٹھایا۔

آپؓ انتہائی بہادر تھے لیکن گھوڑ سواری کے فن میں (جو ایک مجاہد کے لیے بہت ضروری ہے) کچھ کمزور تھے، جب آپ ﷺ نے انھیں ایک جنگ پر روانہ کیا تو سیدنا جریرؓ کو یہ شکایت تھی کہ وہ گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے، گرنے کا خطرہ محسوس کرتے تھے، اس لیے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی اور آپ نے انکے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا"

(اے اللہ اسے ثابت قدمی نصیب فرما اور اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنادے)

(صحیح البخاری:3036)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَحَــجَّ حِــجَّــةَ الْــوَدَاعِ قَــارِنَا وَوَقَــفَ الْجُـمْـعَـةَ فِـيـهَـا آمِـنَـا
وَأُنْزِلَـتْ فِي الْيَـوْمِ بُشْــرَى لَكُـمْ (اَلْيَـوْمَ أَكْـمَلْـتُ لَكُـمْ دِينَـكُـمْ)

اور آپ ﷺ نے حجۃ الوداع قِران کے ساتھ ادا کیا
اور جمعہ کے دن عرفات میں وقوف فرمایا، امن و اطمینان سے
اور اسی دن تمہارے لئے خوشخبری نازل ہوئی
"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا"

حجۃ الوداع:

نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد صرف ایک حج (حجۃ الوداع) سن ۱۰ ہجری میں کیا۔ آپ ﷺ نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان کروادیا کہ آپ ﷺ حج کے لیے نکلنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی ہودجوں میں سوار ہو کر نکلیں۔ اعلان سن کر مسلمانوں کا ایک جم غفیر بھی جمع ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حج قِران کی نیت کی اور صحابہ کرام کو احرام کی نیت کرتے وقت تینوں قسم کے حج (حج افراد، حج قِران اور حج تمتع) کے درمیان اختیار دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حج کے مناسک ادا کئے اور وقوف عرفہ پر آ پہنچے اور فرمایا: بطن عُرنہ کے سوا پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔ اسی حالت وقوف میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ :]

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا)

سیدنا عمرؓ یہ آیت سن کر رونے لگے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: اس لیے کہ کمال کے بعد زوال ہی تو ہے۔ یہودیوں نے اسی آیت کے متعلق سیدنا عمرؓ سے کہا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ اگر ہمارے یہاں وہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم جس دن وہ نازل ہوئی ہوتی اس دن عید منایا کرتے۔ نیز آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ

آپ ﷺ سے حج کے مناسک سیکھ لیں اور فرمایا: شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔ اور شاید تم لوگ مجھے اس سال کے بعد نہ دیکھ سکو گے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو الوداع کہا تھا اسی لیے اس حج کا نام "حجة الوداع" پڑ گیا۔

حجۃ الوداع کا خطبہ تین الگ الگ دنوں پر مشتمل ہے:

1. خطبہ یوم عرفہ ۹ ذوالحجہ۔
2. خطبہ یوم النحر ۱۰ ذوالحجہ۔
3. خطبہ یوم الرؤس اوسط ایام التشریق ۱۲ ذوالحجہ۔

اس خطبہ کا خلاصہ یہ ہے: مرد و زن کے حقوق و فرائض، انسانی مساوات، حرمت سود، جاہلیت کے خون کی معافی، ذاتی ذمہ داریاں، اطاعت امیر، باہمی سلوک، بدکاری کا خاتمہ، حفاظت نسب، قوم کی ہلاکت کے مرض کی نشاندہی، اہمیت علم، احترام انسانیت، بڑے دشمن کی پہچان، حکمرانوں کی خیر خواہی، سچ کی تلقین، حفاظت دین اور درس اتحاد وغیرہ۔

❃ قال الناظم رحمه الله:

وَمَوْتُ رَيْحَانَةَ بَعْدَ عَوْدِهْ وَالتِّسْعُ عِشْنَ مُدَّةً مِنْ بَعْدِهْ

اور حج سے واپسی کے بعد ریحانہؓ کا انتقال ہوا

اور آپ ﷺ کی نو ازواج آپ ﷺ کے بعد ایک مدت تک زندہ رہیں

ریحانہؓ کی وفات:

حجۃ الوداع سے واپسی پر ریحانہؓ کی وفات ہوئی۔ یہ آپ ﷺ کی ملک یمین تھیں۔

آپ ﷺ کی حیات میں ازواج مطہرات میں سے صرف دو کی وفات ہوئی ایک ام المومنین سیدنا خدیجہؓ اور دوسری ام المومنین سیدنا زینب بنت خزیمہؓ۔

آپ ﷺ کی وفات تک (کل ۹) ازواج مطہرات حیات رہیں۔ اور وفات کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والی ام المؤمنین سیدنا زینب ؓ بنت جحش تھیں اور سب سے آخر میں ام المؤمنین سیدنا ام سلمہ ؓ تھیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَيَوْمَ الِاثْنَيْنِ قَضَى يَقِينَا إِذْ أَكْمَلَ الثَّلَاثَ وَالسِّتِّينَا
وَالدَّفْنُ فِي بَيْتِ ابْنَةِ الصِّدِّيقِ فِي مَوْضِعِ الْوَفَاةِ عَنْ تَحْقِيقِ
وَمُدَّةُ التَّمْرِيضِ خُمْسَا شَهْرِ وَقِيلَ بَلْ ثُلْثٌ وَخُمْسٌ فَادْرِ

اور یقینی طور پر پیر کے دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی
جب آپ ﷺ نے ۶۳ سال مکمل کئے
اور دفن سیدنا ابو بکر ؓ کی بیٹی (عائشہ ؓ) کے حجرے میں کیا گیا
اسی جگہ جہاں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، یقینی طور پر
اور بیماری کی مدت پانچ دن رہی
اور کہا گیا: سولہ ایام تھی، اسے جان لو

وفات النبي ﷺ:

ربیع الاول سنہ گیارہ ۱۱ ہجری حجۃ الوداع کے بعد رسول اللہ ﷺ درد کی تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ آپ ﷺ بیماری کے پہلے دن سیدہ میمونہ ؓ کے گھر میں تھے، یہ آپ ﷺ کے مرض الموت کا آغاز تھا۔ آپ ﷺ نے اسی حالتِ مرض میں گیارہ دن نماز پڑھائی۔ اور صحابہ کرام کو انہی ایام میں کافی نصیحتیں بھی کرتے رہے۔

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ کو شدید بخار تھا اور آپ ﷺ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے چادر کے اوپر سے ہاتھ آپ ﷺ پر رکھا تو اس کے اوپر سے بھی حرارت

محسوس کی تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کو کس قدر شدید بخار ہے ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم پر آزمائشیں اسی طرح سخت آتی ہیں اور ہمارے لیے اجر بھی دگنا ہے۔(صحیح البخاری:۵۶۴۸)

رسول اللہ ﷺ کی طبیعت روز بروز بوجھل ہوتی جارہی تھی۔ اس دوران آپ ﷺ ازواج مطہراتؓ سے بار بار پوچھتے رہتے تھے کہ ان کا کس کے ہاں ٹھہرنے کا دن ہے تو وہ سمجھ گئیں اور انھیں اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہیں رہیں۔ اجازت کے بعد آپ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے مکان میں منتقل ہوگئے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ فضلؓ بن عباس اور علی بن ابی طالبؓ کے درمیان آپ ﷺ ٹیک لگا کر چل رہے تھے، سر پر پٹّی بندھی ہوئی تھی اور پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ اس کیفیت کے ساتھ آپ سیدنا عائشہؓ کے مکان میں تشریف لائے۔ اور پھر حیات مبارکہ کا آخری ہفتہ وہیں گذارا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ یا تو دنیا کی زیب و زینت میں سے جو کچھ چاہے اللہ اسے دے دے، یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کرلے تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کرلیا۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر ابو بکرؓ رونے لگے۔ اور فرمایا: ہم اپنے ماں باپ سمیت آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا: اس میں بھلا رونے والی کیا بات ہے! رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کے بارے میں یہ بتا رہے ہیں۔ لیکن چند دن بعد واضح ہوا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور ابو بکرؓ ہم میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔(جامع ترمذی:۳۶۶۰)

سیدہ عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے مرض وفات کی تکلیف رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اور کسی میں نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ کو اس قدر شدید بخار تھا کہ چادر مبارک بھی بہت سخت گرم ہوگئی تھی، بار بار غشی طاری ہوتی اور آپ ﷺ بے ہوش ہو کر ہوش میں آتے پھر غشی طاری ہو جاتی اور وقت ہوش زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے "اللهم الحقنی بالرفیق الاعلی"۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ جس شدید کرب سے دوچار تھے اسے دیکھ کر سیدہ فاطمہؓ بے ساختہ پکار اٹھیں واکرب أباه (ہائے!! ابا جان کی تکلیف)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہ ہوگی۔(صحیح البخاری:4462)

بیماری میں کمی نہ آئی اور جسم کی حرارت میں مزید شدت آگئی۔ جس کی وجہ سے تکلیف بھی بڑھ گئی۔ یہ پیر کا دن تھا اس وقت آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک سیدہ عائشہؓ کے سینے کے درمیان رکھا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ان سے مسواک کی خواہش ظاہر کی اور نہایت اچھی طرح مسواک کی۔ آپ ﷺ پر موت کی سختیاں نمودار ہوئیں چنانچہ آپ ﷺ کے سامنے کٹورے میں پانی

تھا۔ آپ ﷺ پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ پونچھتے جاتے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے: "لا إله إلا الله إن للموت سكرات" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں موت کے لیے سختیاں ہیں)۔ چنانچہ ان سختیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ ﷺ نے ہاتھ یا انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ سیدہ عائشہؓ نے کان لگایا تو آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ تک پہنچا دے۔ اللهم الرفيق الأعلى، اللهم الرفيق الأعلى، اللهم الرفيق الأعلى اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

آپ ﷺ نے دنیا کو الوداع کہا اور دنیا آپ ﷺ کی جدائی میں بے نور ہو گئی۔ لوگوں کے جگر چھلنی ہو گئے۔ اللہ! اللہ! کس قدر وحشت کا عالم اور تکلیف تھی۔ کس قدر کٹھن الوداعی گھڑی تھی اور کس قدر بھاری لمحات تھے۔ کیسے نہ ہوتے! آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ کٹ گیا۔ افق پر اندھیرا چھا گیا مسلمان بے چین ہو گئے، کچھ پر غشی طاری ہو گئی اور کچھ اپنے حواس کھو بیٹھے تھے۔ کوئی بیٹھ جاتا تو اٹھ نہیں پاتا، کچھ کی زبانیں بولنے کی طاقت کھو بیٹھیں۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله المدينة أضاء منها كل شيء، فلما كان اليوم الذي مات فيه أظلم منها كل شيء

(جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ (پہلے پہل) مدینہ میں داخل ہوئے تو اس کی ہر چیز پر نور ہو گئی، پھر جب وہ دن آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی)۔

(جامع ترمذی ۳۶۱۸)

آپ کی تدفین ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں ہوئی۔ آپؓ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں حالانکہ جب آپ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک سیدہ عائشہؓ کے ساتھ ٹکا ہوا تھا حتیٰ کہ فرماتی ہیں میں نے کمرے میں کدالیں چلنے کی آواز سنی کہ قبر کھودی جا رہی ہے پھر مجھے یقین آیا۔ آپ ﷺ کے لئے لحد والی قبر تیار کی گئی تھی اور آپ ﷺ کو قبر میں سیدنا علیؓ، سیدنا عباسؓ اور سیدنا فضل ابن عباسؓ نے اتارا۔

صحابہ کرام جب تدفین سے فارغ ہوئے تو سیدہ فاطمہؓ نے پوچھا:

"يا انس اطابت انفسكم ان تحثوا على رسول الله التراب"

(اے انس! تم نے یہ کیسے گوارا کیا کہ نبی ﷺ کے جسم اطہر پر مٹی ڈال کر آ گئے)۔

(صحیح البخاری: ۴۴۶۲)

ان سخت حالات میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے نمایاں کردار ادا کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

"من كان منكم يعبد محمدا فان محمدا قد مات، ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت"

(تم میں سے جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھ لے کہ اللہ کے پیغمبر فوت ہو چکے ہیں معبود فوت نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت زندہ ہیں کبھی اسے موت نہیں آئے گی۔ (صحیح البخاری: ۴۴۵۴)

اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے نبی کریم ﷺ کا ماتھا چوما اور فرمایا: "بابي انت يا نبي الله لا يجمع الله عليك موتتين" (میرے والدین آپ ﷺ پہ قربان! اللہ کی قسم اللہ تعالی آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا)۔ (صحیح البخاری: ۴۴۵۳)

اس غم کو بھلانا اتنا آسان نہیں تھا آپ ﷺ کی وفات کے کچھ عرصے بعد ایک دفعہ سیدنا ابن عباسؓ تشریف فرما تھے شاگرد سامنے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے پوچھا آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا جمعرات کا دن ہے، عبد اللہ بن عباسؓ کو یہ وقت یاد آ گیا اور رو پڑے فرمایا: "وما يوم الخميس" تم کیا جانو جمعرات کیا ہے، تمہیں کیا معلوم اس دن ہم پر کیا قیامت ٹوٹی تھی۔ "اشد برسول الله وجعه" (آج نبی ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا)۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے کسی نے کہا کہ نبی ﷺ کی ایک ایسی حدیث سناؤ جس میں آپ اور اللہ کے پیغمبر ہوں، تیسرا کوئی نہ ہو، ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ایسی بہت سی حدیثیں ہیں، ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا، یہاں بیٹھے ہوئے تھے، نبی ﷺ بھی ساتھ تھے اتنا کہہ کر بیہوش ہو گئے، نبی ﷺ کی جدائی یاد آ گئی آپ ﷺ کی صحبتیں یاد آ گئیں، تو کبھی بھی رنج والم کی کیفیت بن جاتی تو اللہ کے پیغمبر ﷺ کو یاد کر کے رو پڑتے۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد ہمیں جو بھی غم یا مصیبت آتی، ہم نبی ﷺ کی وفات کو یاد کر لیتے تو یہ غم ہم پر ہلکا ہو جایا کرتا تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَتَمَّتِ الْأُرْجُوزَةُ الْمِيئِيَّةْ   فِي ذِكْرِ حَالِ أَشْرَفِ الْبَرِيَّةْ
صَلَّى عَلَيْهِ اللهُ رَبِّي وَعَلَى   صِحَابِهِ وآلِهِ وَمَنْ تَلاَ

اور یہ "ارجوزۂ میئہ" مکمل ہوا
تمام مخلوق میں سب سے افضل کی سیرت کے ذکر میں
اللہ میرے رب کی رحمتیں ہوں ان پر
اور ان کے صحابہ، اہلِ بیت، اور جو بھی ان کے پیروکار ہوں

☆☆☆ ☆☆☆